

## کتابت مصاحف اور علم الرسم

حافظ احمد یار

۱۔ „الجمع الصوتی الاول للقرآن“ کے مؤلف ڈاکٹر لبیب السعید نے اپنی کتاب کی تمہید میں علامہ عبداللہ یوسف علی کے ترجمہ قرآن کے دیباچہ سے یہ عبارت (بصورت ترجمہ) نقل کی ہے :

„لیس فی الدنیا کتاب وضعت فی خدمته مثل هذه الکثرة من المواهب التی وضعت فی خدمة القرآن۔ ولا مثل هذه الوفرة من العمل والوقت والمال“ (۱)۔

اصل انگریزی عبارت یوں ہے :

"There is no book in the world in whose service so much talent, so much labour, so much time and money have been expended as has been the case with the Quran<sup>(2)</sup>"

خدمت قرآن کے بیسیوں میدان اور مطالعہ قرآن کے سینکڑوں عنوان ہیں۔ اور قرآن کریم سے متعلق یہ „عملی میدان“ اور „علمی عنوان“ متعدد تحریکات اور سینکڑوں۔ تالیفات کو وجود میں لائے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم اور بنیادی میدان ہے، النص القرآنی (کلمات قرآن) کی (مصحف میں (۳) کتابت۔ اور اسی (کتابت مصحف) کے قواعد و ضوابط کے بیان کا علمی عنوان ہے، „علم الرسم“۔

اور اس علم کا مختصر سا تعارف ہی اس مقالہ کا موضوع ہے۔

۲۔ عربی زبان میں „لکھائی“ کے لئے متعدد (قریباً) ہم معنی الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً الكتابة، الخط، الزبر، السطر، الرقم، الرشم (بالشین)، الرسم اور الہجاء وغیرہ (۳)۔ ان میں سے قرآن کریم کی کتابت کے ضمن میں لفظ „خط“ سے عموماً خطاطی اور خوشنویسی کا بیان اور اس کی تاریخ مراد لی جاتی ہے۔ اور یہ خطاط اور مؤرخ خط کا میدان ہے۔ اور „الہجاء“ اور „الرسم“ (اور اس کے مشتقات) اور ان پر مبنی بعض تراکیب، املاء قرآن (۵) کے اصول و قواعد کے معنوں میں ایک علم اور فن کا اصطلاحی نام بن چکے ہیں۔

گزشتہ چودہ صدیوں میں اس علم کے نام کے لئے مختلف الفاظ استعمال کئے جاتے رہے ہیں۔ مثلاً ابتداء میں تو کتابت یا خط کے لفظ ہی سامنے آئے (۶) پھر آگے چل کر مختلف اسباب و عوامل کی بنا پر اس کے لئے „ہجاء“ کا استعمال شروع ہوا۔ مثلاً „ہجاء المصاحف“ ، „ہجاء مصاحف الامصار“ ، „ہجاء التنزیل“ وغیرہ۔ لفظ „الہجاء“ کے لفظی معنی ہیں۔ حروف (کے ناموں) کی ابتدائی آوازوں سے لفظ بنانا۔ مثلاً بکر کا ہجاء „ب ک ر“ ہے اس طرح ہجاء المصاحف کا مطلب ہوا، قرآن کے لفظوں کو لکھنے کے لئے ان کے حروف کو ترتیب وار گن کر باہم جوڑنے کا طریقہ یا اس کے قواعد۔

قریباً پانچویں صدی ہجری سے لفظ „الرسم“ اور „مرسوم“ کا استعمال شروع ہوا مثلاً „رسم المصحف“ ، „رسم مصاحف الامصار“ ، „مرسوم المصاحف“ ، „رسم القرآن“ ، „مرسوم خط التنزیل“ وغیرہ۔ ابن خلدون (ت ۸۰۸ھ) نے اسے فن الرسم اور الرسم المصحفی لکھا ہے (۷)۔ قلقشندی نے اسے المصطلح الرسمي اور الاصطلاح السلفی کہا ہے (۸)۔

گیارہویں بارہویں صدی ہجری سے ”رسم“ کے ساتھ (ترکیب میں) حضرت عثمانؓ یا ان کی طرف منسوب مصاحف کا نام زیادہ استعمال ہونے لگا مثلاً ”رسم المصاحف العثمانیہ“، ”رسم مصاحف عثمان“، ”رسم المصحف الامام“ اور ”الرسم العثماني“ وغیرہ۔ آج کل اس کے لئے جامع اصطلاح ”علم الرسم“ یا صرف ”الرسم“ اختیار کی جاتی ہے۔ اس لفظ کے علی الاطلاق استعمال کی صورت میں۔ یعنی کسی توصیفی یا اضافی ترکیب کے بغیر۔ بھی اس سے مراد ”رسم المصحف“ ہی ہوتا ہے۔ اردو میں اس کے لئے ”رسم قرآن“، ”قرآنی رسم الخط“، یا ”رسم عثمانی“ (۹) کے الفاظ اور فارسی میں ”املاء قرآن“ اور بعض دفعہ ”رسم مصحف“ کی اصطلاح کا رواج ہے۔

الرسم کے لفظی معنی ہیں اثر یا نشان۔ اور اس کی جمع رسوم (آثار۔ نشانات) آتی ہے۔ غالباً قرآن کریم کی کتابت کے آداب و قواعد کے لئے اس لفظ کے مختص ہو جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں عہد نبوی اور عہد راشدین کی کتابت اور طریق املاء کو ایک یادگار کے طور پر محفوظ کر لینے کا تصور شامل ہو گیا ہے۔ اسی تاریخی پہلو کی طرف اشارہ کے لئے ”علم الرسم“ کی تعریف ہی ”الخط المرسوم فی المصاحف العثمانیہ“ سے کی جاتی ہے (۱۰) اور اسے رسم عثمانی کہنے کی بنیاد بھی تاریخی ہے۔

چونکہ املاء قرآن بعض باتوں میں عام عربی املاء سے مختلف ہے اس لئے دونوں کا فرق واضح کرنے کے لئے بعض دفعہ عام املاء کے لئے بھی ”رسم“ کا لفظ استعمال کر لیا جاتا ہے مگر ترکیب کے ساتھ مثلاً [الرسم القرآنی یا الرسم الاصطلاحی کے مقابلے پر] الرسم الاملائی، الرسم القیاسی یا الرسم المعتاد کہہ لیتے ہیں (۱۱)۔ اور ان دونوں کے باہمی فرق اور اختلاف کئی وجہ سے علم الرسم کی

منطقی حد ( تعریف ) یوں بیان کی جاتی ہے ،، ہو علم تعرف بہ مخالفات خط المصاحف العثمانیة لاصول الرسم القیاسی (۱۲) [ علم الرسم وہ علم ہے جس کے ذریعے مصاحف عثمانیہ کی املاء میں رسم قیاسی کی مخالفت اور اختلافات کا پتہ چلتا ہے ] -

۳۔ علم الرسم کی مندرجہ بالا تعریف اور تعارف سے یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا تعلق حضرت عثمانؓ اور ان کے مصاحف سے ہے اور یہی وجہ ہے کہ علم الرسم کی تمام کتابوں میں سب سے پہلے جمع و تدوین قرآن کے تین معروف مراحل یعنی عہد نبوی - عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں اس عمل کے دواعی اور اس کی کیفیت سے بحث کی جاتی ہے - قرآن کریم کے اس عثمانی ایڈیشن یعنی مصاحف عثمانیہ کی تیاری ایک معروف واقعہ ہے - یہاں اس کی تفصیلات میں جانا باعث طوالت ہوگا نیز اس وقت ہمارا اصل مرکزی موضوع بھی یہ نہیں ہے - تاہم چونکہ ،، علم الرسم ،، کی بنیاد یہی مصاحف عثمانیہ بنے ، اس لئے اصل موضوع (الرسم) کی مناسبت سے ان مصاحف کے بارے میں چند امور قابل ذکر ہیں :-

(۱) حضرت عثمانؓ کا زمانہ خلافت محرم ۲۳ھ تا ذی الحجہ ۳۵ھ یعنی بارہ سال ہے - اس دوران حضرت عثمانؓ کا یہ مصاحف کی تیاری والا کام کب شروع ہوا ؟ اور کب اختتام کو پہنچا ؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں - تاریخی بحث کی تفصیل میں گئے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کام ۲۵ھ تا ۳۰ھ کی درمیانی مدت میں ہی مکمل ہو گیا تھا (۱۲) - گویا یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ۱۵ تا ۲۰ سال کے اندر اندر - اور غار حراء میں پہلی وحی کے نزول سے پچاس سال سے بھی کم عرصے میں (۱۳) سرانجام دیا جاتا چکا تھا -

(۲) ان مصاحف کی کتابت میں سب سے اہم کردار حضرت زید بن ثابت کا تھا۔ انہوں نے عہد نبوی میں بھی کتابت وحی کا کام کیا تھا۔ عہد صدیقی میں قرآن کریم کی صحف [چھوٹے چھوٹے اجزاء۔ جن میں سے ہر ایک جزء کم از کم ایک سورت پر مشتمل تھا (۱۵)] میں مکمل کتابت میں بھی ان کا بڑا حصہ تھا۔ اس ۱۵ - ۲۰ سال کے عرصے میں عربی املاء کے اصول و قواعد میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوا۔ [یہ تغیرات پہلی صدی ہجری کے اواخر میں سامنے آئے ہیں]۔ اور اہم کاتب بھی ایک ہی آدمی رہا۔ اس لئے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت زید بن ثابت یا ان کے ساتھ کام کرنے والے کمیٹی کے دوسرے ارکان نے مصاحف عثمانیہ کی کتابت اسی طریق املاء کے مطابق کی جو اس وقت حجاز خصوصاً مدینہ منورہ میں رائج تھا۔ اور یہ طریق املاء یقیناً عہد نبوی میں رائج خط اور املاء سے مختلف نہیں تھا۔

(۳) مصاحف عثمانیہ نقط اور اعجام سے معری تھے۔ اس لئے ہر نسخہ کے ساتھ پڑھانے والا ایک مستند قاری بھی بھیجا گیا تھا۔ عہد نبوی سے ہی تعلیم قرآن کی بنیاد محض تحریر پر نہیں بلکہ تلقی اور سماع پر رکھی گئی تھی۔ لوگوں نے اپنی روزانہ تلاوت کے لئے اپنے علاقے کے صدر مقام پر بھیجے گئے مصاحف عثمانیہ سے اپنے لئے مصاحف تیار کرنا اور کرانا شروع کر دیئے۔ اب ہر نیا مصحف، مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک۔ یا ان سے ہو بہو نقل کردہ کسی ایک نسخہ (مصحف)۔ کی صحیح نقل ہوتا تھا۔ قرآن کریم کی درست قراءت استاد کی شفوی تعلیم پر۔ اور قرآن کی درست کتابت مستند اصل سے ہو بہو نقل پر۔ منحصر تھی۔ مصاحف عثمانیہ کی اس ہو بہو نقل کو ہی مصاحف عثمانیہ کے رسم (طریق املاء) کا التزام کہا جاتا ہے۔

(۴) حضرت عثمانؓ نے کتنے مصاحف تیار کرائے تھے اور وہ کس کس شہر میں بھیجے گئے؟ روایات میں ان کی تعداد چار سے آٹھ تک بیان کی گئی ہے (۱۶) دو نسخے (مصحف) تو مدینہ منورہ میں رہے ایک پبلک کے لئے مسجد نبوی میں رکھا گیا اور ایک حضرت عثمانؓ کی ذاتی نگرانی میں رہا۔ جسے المصحف الامام بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ اور دمشق میں ایک ایک مصحف (مع قاری) بھیجا جانا ثابت ہے۔ [چار مصاحف والی روایت میں غالباً صرف ان مصاحف کی بات کی گئی ہے جو مدینہ منورہ سے باہر بھیجے گئے تھے]۔ کہتے ہیں کہ ایک ایک نسخہ یمن اور بحرین کے لئے بھی بھیجا گیا تھا۔ بلکہ بعض نے بحرین کی بجائے مصر میں ایک نسخے کے بھیجے جانے کا ذکر بھی کیا ہے (۱۷)۔ تاہم جن مصاحف عثمانیہ سے نقل ہو کر مزید مصاحف تیار ہوئے۔ اور جن کے رسم کا گہری نظر سے لفظ بہ لفظ۔ بلکہ حرف بحرف۔ تنقیدی اور تقابلی مطالعہ کر کے ”علم الرسم“ کی بنیاد رکھی گئی، اس میں صرف پانچ مقامات کے مصاحف عثمانیہ [یا ان سے تیار ہونے والے مصاحف] کا ذکر کتب رسم میں کیا جاتا ہے۔ یعنی مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور دمشق کے مصاحف (۱۸)۔

(۵) جغرافیائی اعتبار سے اسلامی مملکت کے مختلف حصوں کے لئے ان ارسال کردہ مصاحف عثمانیہ کی مرکزی حیثیت کچھ اس طرح مقرر کر دی گئی یا عملاً ہو گئی۔ کہ مکہ اور مدینہ کے مصاحف تمام جزیرہ نمائے عرب کے لئے۔ بصرہ اور کوفہ کے مصاحف تمام مشرقی علاقوں کے لئے اور دمشق کا مصحف شام کے علاوہ تمام مغربی (افریقی) علاقوں کے لئے۔ نئے مصاحف کی تیاری کے لئے اصل کا کام دینے لگے۔ ان مصاحف۔ اور ان کی نقول کو مکی، مدنی، کوفی، بصری اور شامی کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

(۶) آگے چل کر علماء رسم نے مختلف مصاحف کے ذکر کے لئے کچھ اصطلاحات مقرر کر لیں۔ مثلاً مدینہ منورہ کے دونوں نسخوں (خاص اور پبلک والے) کا ذکر کرنا ہوتا تو „مدینین“ کہتے اور „مدینین“ اور مکی (یعنی تینوں کا) ذکر کرنا ہوتا تو „الحجازیہ“ یا „الحرمیۃ“ کہتے۔ اور کوفی اور بصری (دونوں) کے لئے مجموعی طور پر „العراقیین“ کی اصطلاح استعمال کرتے۔ تاہم یہ اصطلاحات اس وقت استعمال کرتے جب اصل مصاحف عثمانیہ مراد ہوتے اور اگر ان سے تیار ہونے والی نقول مراد ہوتیں تو صرف مصاحف عراق، مصاحف اہل الشام وغیرہ کہہ کر ذکر کیا جاتا (۱۹)۔ کتب الرسم میں ان اصطلاحات کا استعمال عام ہے۔

۴۔ ان مراکز خمسہ میں سے ہر ایک مرکزی شہر میں وہاں قیام پذیر صحابہؓ کے ہاتھوں قراء کی ایک ایسی جماعت تیار ہوئی جو قراءت کے ساتھ رسم الکلمات (کا طریقہ) بھی بیان کرتے تھے یعنی ادھر بھی توجہ دلاتے تھے۔ نقط و اعجام سے معرّی مصحف سے قراءت روایت کی بنا پر اور استاد سے بالمشافہ ہی سیکھی جا سکتی تھی۔ تاہم اس مروی قراءت کے مطابق اپنا (ذاتی) مصحف تیار کرنے کے لئے مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک سے یا اس سے نقل شدہ کسی مصحف سے نقل مطابق اصل کئے بغیر بھی چارہ نہ تھا۔ کیونکہ باجماع صحابہؓ یہی مصاحف صحت کا معیار قرار پائے تھے۔ اس طرح شروع سے ہی قراءت اور رسم ساتھ ساتھ چلے۔

اور یہ „نقل مطابق اصل“ کا کام اس لئے بھی ضروری تھا۔ یا یوں کہئے کہ „نقل صحیح“ کے اس عمل سے یہ بات بھی سامنے آنے لگی تھی کہ مصاحف عثمانیہ میں ایسے کلمات بھی ہیں، جن کی کتابت میں کوئی یکساں اصول اختیار نہیں کیا گیا تھا مثلاً لفظ „کتاب“ کہیں الف کے ساتھ اور کہیں بحذف الف (کتب) لکھا گیا

تھا۔ یا مثلاً لفظ „نعمۃ“ یا „رحمۃ“ عموماً تو تائے مربوطۃ (۵) کے ساتھ ہی لکھے گئے مگر بعض مقامات پر تائے مبسوط ( ت ) کے ساتھ لکھے گئے تھے۔ اور ایک ہی مصحف کے اندر اس قسم کے تفاوت اور اختلاف کی متعدد صورتیں موجود تھیں۔ آگے چل کر ایسے تمام مقامات کا حصر اور کتابت مصاحف میں اس فرق کو برقرار رکھنا علم الرسم کا ایک اہم مسئلہ بن گیا۔

۵۔ جیسا کہ ابھی بیان ہوا صحابہؓ نے مصاحف کی کتابت اپنے زمانے کے رائج „طریق املاء“ یا رسم کے مطابق ہی کی تھی۔ اس زمانے میں یہی طریق املاء عام کتابت کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا اور یہ طریقہ تابعین (بلکہ تبع تابعین) کے دور تک جاری رہا (۲۰)۔ کہ قرآنی املاء اور عام عربی املاء میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔ ایک لفظ جس طرح قرآن میں لکھا جاتا تھا۔ شعر و ادب میں یا کسی سرکاری یا ذاتی مراسلات وغیرہ میں بھی اسی املاء کے ساتھ لکھا جاتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس زمانے کی قرآنی املاء (یا رسم) کے بعض طریقے عام عربی املاء میں اس طرح رچ بس گئے کہ اس کی بعض یادگاریں عام عربی املاء میں اب تک محفوظ ہیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر ابھی آگے چل کر آئے گا۔

۶۔ جب کوفہ اور بصرہ کی چھاؤنیاں علمی مرکز کے طور پر ابھریں اور یہاں عربی زبان و لغت اور شعر و ادب کے ساتھ ساتھ صرف اور نحو کے علوم کی ایجاد اور تدوین ہوئی۔ اور علمی، سرکاری اور روزمرہ کی سطح پر عربی زبان میں کتابت کی بھی بکثرت ضرورت پڑنے لگی، تو علماء وقت نے عربی املاء کو صرفی اور نحوی اصولوں کی روشنی میں یکساں اور کلی قواعد کے ماتحت کرنا ضروری سمجھا۔ اور اس کے لئے بنیادی طور پر املاء کلمات میں „صوتی اصول“ (The Phonetic Principle) یعنی لفظ کو اس کے

نطق یا تلفظ کے مطابق لکھنے کا اصول اختیار کرنے کو ترجیح دی گئی۔ مثلاً یہ کہ :

ا۔ الف لینہ متوسطہ کو ہمیشہ بصورت الف ہی لکھنا چاہیئے (۲۱) اس لئے جو واو صرفی تعلیل کی بنا پر الف میں بدل جائے ( بلحاظ تلفظ ) اسے لفظ میں بصورت الف ہی لکھنا چاہیئے اس قاعدے کے تحت ،،صلوة،، کو صلاة اور ،، نجوة ،، نجاۃ لکھنا بہتر سمجھا گیا۔

ب۔ اسی طرح واو جمع کے بعد زائد الف لکھنا تو تسلیم کر لیا گیا (مثلاً ضربوا اور قالوا میں)۔ مگر کسی ناقص واوی کے صیغہ مضارع واحد غائب ( مثلاً يدعو، یمحو) میں واو کے بعد الف لکھنا غلط قرار دیا گیا (۲۲)۔

ج۔ اسی ( الف لینہ متوسطہ ) والے قاعدے کے تحت جمع مؤنث سالم کی آخری ،، ت ،، سے پہلے الف لکھنا بھی ضروری سمجھا گیا (مسلمات ، حسنات میں )۔

د۔ اسی طرح صیغہ جمع مؤنث غائب کے ساتھ التباس سے بچنے کے لئے ماضی جمع متکلم میں بھی آخر پر الف کا لکھنا ضروری قرار پایا۔ اس قاعدے کی بنا پر ہی ،، انزلنہ ،، کو انزلانہ ،، کی شکل میں لکھنے لگے وغیرہ وغیرہ۔ قرآن کریم میں پہلی شکل استعمال کی گئی تھی۔

اس طرح صرفی اور نحوی قواعد کی روشنی میں ہجاء اور املاء کے قیاسی قواعد کے ارتقاء کا ایک دور شروع ہوا اور اس کے اصول و قواعد میں تغیر و تبدل اور اصلاح و ترمیم کا عمل جاری رہا۔ (۲۳) [ اور کسی حد تک یہ اب بھی جاری ہے ] اور اس فن یعنی املاء قیاسی کے اصول و قواعد پر مشتمل مستقبل کتابیں لکھی جانے لگیں (۲۴)۔

املاء قیاسی کی اصلاح اور اس کے انضباط کی اس صرفی و نحوی مہم کے نتیجے میں لوگوں نے بہت سے کلمات کا قدیم ہجاء اور املاء ترک کر دیا اور ان کو نئے اصولوں کے مطابق لکھنے لگے (۲۵) تاہم رسم قرآنی کو ان قواعد کے تحت لانے کو قبول نہیں کیا گیا اور قرآن کریم کی کتابت بدستور ”نقل مطابق اصل“ کے اصول پر برقرار رکھی گئی۔ اس طرح قرآن کریم میں لوگوں کو ان قواعد نحو کی ”خلاف ورزی“ کی بکثرت مثالیں نظر آنے لگیں۔ حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ قرآنی رسم تو کبھی ان قواعد کے تابع تھا ہی نہیں۔

<۔ املاء اور ہجاء کے قدیم اصولوں میں ان تبدیلیوں اور اصلاحات کے باوجود، کتاب مصاحف کے ہاں عثمانی مصاحف کے طریق املاء یا رسم الخط کا اتباع جاری رہنے کی کچھ وجوہ تھیں۔ مثلاً:

الف۔ اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ تھی کہ اس ”رسم“ میں اب ایک طرح سے تبرک اور تقدیس کا پہلو پیدا ہو گیا تھا۔ [اور رسم قرآنی کا یہ پہلو کبھی بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا گیا]۔  
ب۔ دوسرے ایک طویل عرصے کے استعمال سے کتاب مصاحف اس طریق املاء سے مانوس بھی ہو گئے تھے (۲۶)۔

ج۔ تیسرے یہ بھی کہ مصحف کی کتابت کسی مصحف سے ہی براہ راست اور ہو بہو نقل پر منحصر تھی۔ اس سے بھی ”رسم“ سے منحرف ہونے کی گنجائش کم ہی نکلتی تھی۔

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ بعض کلمات کا قدیم یا قرآنی طریق املاء (یا رسم الخط) کثرت استعمال کی بنا پر ذہنوں میں اس طرح رچ بس گیا تھا کہ اسے املاء قیاسی کے علمبرداروں نے بھی اپنی اصلی صورت پر برقرار رکھنا قبول کر لیا۔ بلکہ ان کلمات کو قرآنی املاء کے ساتھ لکھنا ہی درست قرار دیا۔ آج بھی عام عربی املاء (الرسم المعتاد) میں بکثرت ایسے کلمات ملتے ہیں جن کی املاء

،،صوتی اصول (The Phonetic Principle) یعنی نطق کے مطابق کتابت کے اصول کی بجائے ایک طرح سے ،،تاریخی اصول“ (The Historic Principle) کے تحت کی جاتی ہے۔ مثلاً :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، الَّذِیْنَ ، هُمٰنَا ، الْکِیْنُ ، هَذَا ، ذَالِکَ ، اُولَئِکَ ، هُوَ لَآءِ اُولُوْ ، هَآنْتُمْ ، اُولَآءِ ، اُولَآءُ ، بَلٰی ، حَتّٰی ، مَتٰی اِلَیْیَ وَغِیْرَہ - جن کو اگر رسم املائی کے صوتی یا نحوی اصل پر مبنی قواعد کے مطابق لکھا جائے تو ان کی شکل یوں ہو جائے گی : بِاسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، لَا اِلَآہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَلَّذِیْنَ ، ہَاہنَا ، لَآکن ، ہَاذَا ، ذَالِکَ ، اَلَاِئِکَ ، ہَا اَلِآءِ ، اُولُوْ ، ہَا اَنْتُمْ ، اَلِآءِ ، اَلَاْ ، بَلَا ، حَتّٰ ، مَتَا ، اور اِلَا - (۲۷)

۸۔ دریں اثنا نقط و شکل اور علامات ضبط کی ایجاد و اختراع نے قرآنی (اور عام عربی) کلمات کا تلفظ نسبتاً آسان کر دیا تھا۔ تاہم قیاسی یا عام املاء کے مطابق لکھی ہوئی عبارت پڑھ لکھ سکنے والے آدمی کے لئے قرآنی املاء یا رسم المصحف کا رسم قیاسی سے یہ اختلاف ایک الجھن کا باعث بنتا تھا۔ اور غالباً اسی لئے امام مالک بن انسؒ (ت ۱۷۹ھ) سے یہ مشہور سوال پوچھا گیا تھا کہ کیا قرآنی املاء کو بھی جدید املاء کے سانچے میں ڈھال لیا جائے؟ جس کا جواب انہوں نے نفی میں دیا تھا اور سلف کے طریقے کے مطابق رسم المصحف کو علی حالہ برقرار رکھنے پر زور دیا تھا۔ البتہ انہوں نے بچوں کی تعلیم میں سہولت کے لئے (قاعدے یا تختی کی صورت میں) رسم عثمانی سے ہٹ کر قیاسی املاء کے مطابق (اسباق) لکھنے کو جائز قرار دیا تھا (۲۸)۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ رسم قرآنی بیشتر رسم قیاسی کے مطابق ہی ہے۔ صرف ایک قلیل تعداد کلمات کی ایسی ہے جن میں اختلاف ہے۔ قرآن کریم کے ستر ہزار سے زائد کلمات میں سے قریباً نوے فیصد

(۹۰٪) کلمات کی املاء عام قیاسی املاء کے مطابق ہی ہے (۲۹)۔  
دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ عربی رسم الخط دور صحابہ تک  
اتنی پختگی کو پہنچ چکا تھا کہ اس میں ترمیم و اصلاح کی بڑی  
محدود سی ضرورت درپیش آئی۔

۹۔ فریضہ حج کے ذریعے وسیع اسلامی مملکت کے مغربی (افریقہ  
و اندلس) اور مشرقی (ایشیا) علاقوں سے لوگوں کو حرمین شریفین  
میں آنے کا موقع ملتا رہتا تھا (۳۰) اس کے علاوہ طلب علم کے لئے بھی  
لوگ ایک علاقے سے دوسرے علاقوں خصوصاً بڑے شہروں کا رخ  
کرتے تھے۔ ان علمی اور دینی رحلات (سفروں) میں اہل علم کو اپنے  
اپنے مختص علم و فن کی تحصیل اور تکمیل کے مواقع میسر آتے تھے۔  
قراءات اور علم الرسم کے شائقین کو اس ضمن میں مصاحف امصار  
[یعنی مختلف صوبائی صدر مقامات میں بھیجے گئے مصاحف عثمانیہ یا  
ان سے تیار کردہ اس علاقے کے مصاحف] دیکھنے۔ بلکہ ان کا تقابلی  
اور تنقیدی مشاہدہ کرنے کے مواقع ملے تو دقت نظر سے کام لینے والوں  
کو یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بعض قرآنی کلمات کی املاء یا رسم  
کسی ایک علاقے کے (مثلاً عراقی) مصاحف میں ایک طریقے سے اور  
کسی دوسرے علاقے کے (مثلاً شامی یا مکی) مصاحف میں کسی  
دوسرے طریقے سے کی گئی تھی۔

اس طرح علماء رسم کو کتابت مصاحف کے ضمن میں تین قسم  
کے املائی اختلافات سے واسطہ پڑنے لگا :

- ۱۔ رسم المصحف کا عام رسم قیاسی سے اختلاف۔
- ۲۔ ایک ہی مصحف کے اندر بعض کلمات کا مختلف مقامات پر  
مختلف رسم میں لکھا ہوا ملنا۔
- ۳۔ مصاحف امصار (علاقائی مصاحف) کا بعض کلمات کے رسم میں  
باہمی اختلاف۔

ذیل میں بطور نمونہ ہر قسم کے اختلافات کی کچھ مثالیں دی جاتی ہیں :

۱۔ رسم قیاسی اور رسم قرآنی کا اختلاف :-

| رسم قیاسی       | رسم قرآنی     |
|-----------------|---------------|
| الْآنَ          | الْثَّنْ      |
| إِيتَايَ        | إِيشَى        |
| الْعُلَمَاءُ    | الْعُلُمُوا   |
| جِئْ            | جِئْ          |
| لِشَى           | لِشَايْ       |
| لَاذُبَحْنَهْ   | لَاذُبَحْنَهْ |
| دُعَاء          | دُعُوا        |
| سَارِيكُمْ      | سَاوَرِيكُمْ  |
| لَا تَتَّخِذَتْ | لَتَتَّخِذَتْ |
| الَّيْلُ        | الَّيْلُ      |
| الْإِنْسَانُ    | الْإِنْسَنُ   |
| سَلْسِلِ        | سَلْسِلَا     |
| يَا بَنَ أُمَّ  | يَبْنُوْمَ    |
| بِأَيْدِ        | بِأَيْدِ      |
| أَقْبَانِ       | أَقَابِنِ     |
| الَّتِي         | الَّتِي       |
| تُنْجِي         | نُجِي         |

وغیرہ

۲۔ ایک ہی مصحف میں کلمات کی مختلف املاء :-

دوسری جگہ

كِتَاب

قَالَ

طَغَى

لَدَى

آيَةُ

مَا نَشَأُ

إِبْرَاهِيمَ

كَيْلَا

جَزَاءُ

أَئِذَا

يَمْحُ

شُعَيْرَ

تَبَارَكَ

ایک جگہ

كِتَاب

قَالَ

طَغَا

لَدَا

آيَهَا

مَا نَشَاءُ

إِبْرَاهِيمَ

كَيْ لَا

جَزَاؤَا

أَئِذَا

يَمْحُوا

شَعَائِرَ

تَبَرَّكَ

وغیرہ

۳۔ مصاحف امصار کے اختلافات :-

اور بعض مصاحف میں

تُكْذِبُنِ

طُئِفَ

خُئِفَ

صَافَاتِ

كِئِدُونِي

شُرَكَائِهِمْ

ذَا الْعَصْفِ

تَجْرِي مِنْ تَحْتِ

مِنْهَا مُنْقَلَبًا

بعض مصاحف میں

تُكْذِبَانِ

طَائِفَ

خَائِفَ

صُقَّتِ

كِئِدُونِ

شُرَكَائِهِمْ

ذَوِ الْعَصْفِ

تَجْرِي تَحْتَهَا

مِنْهَا مُنْقَلَبًا

۴۔ مصحف میں مماثل کلمات کی مختلف املاء :-

مائه میں الف ہے مگر فنة بحذف الف ہے اللطيف میں دو لام موجود مگر الیل ہر جگہ صرف ایک لام کے ساتھ، ایتاک میں تو الف ہے مگر ائیی میں محذوف ہے۔ لذا الباب الف کے ساتھ مگر لدی الحناجر یاء کے ساتھ چائی میں الف موجود مگر سیء الف کے بغیر ابواب بحذف الف مگر اکوَاب باثبات الف لَاَذْبَحَنَّهُ میں زائد الف موجود مگر لَاَعْدَبَتْهُ اس زیادہ کے بغیر ہے۔ مَن وَرَایَ حِجَابٍ بزیادہ یاء مگر مَن وراءِ جُدُرٍ بغیر زیادہ واو جمع کے بعد ہر جگہ الف زائد موجود مگر صرف چار افعال جاءو، فاءو، باءو اور تبوءو میں غیر موجود وغیرہ (۳۱)۔

۵۔ اس کے ساتھ یہ بھی خیال رہے کہ بعض کلمات کی قرآنی املاء، قیاسی املاء سے زیادہ سائنٹفک اور قیاس صرفی و نحوی سے زیادہ قریب اور لہذا بہتر ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

| قیاسی املاء | قرآنی املاء |
|-------------|-------------|
| اشتره       | اشتره       |
| مَنَوَاهُ   | مَنَوَاهُ   |
| إِحدَاهُمَا | إِحدَاهُمَا |
| يَغْشَاهَا  | يَغْشَاهَا  |
| ترضاه       | ترضاه       |
| نَجَّاهُمْ  | نَجَّاهُمْ  |
| تَقَوَّاهَا | تَقَوَّاهَا |

وغیرہ

۱۰۔ ہر کاتب مصحف کا یہ فرض تھا کہ وہ کتابتِ مصحف میں ان اختلافات سے آگاہ ہو۔ اور جس علاقے کے لئے وہ مصحف لکھ رہا ہو یا جس علاقے کے مصحف سے وہ لکھ رہا ہو، کتابت میں یعنی

رسم کلمات میں اس علاقے کی خصوصیات رسم کو ملحوظ رکھے۔ نقل صحیح میں ان چیزوں کے نظر انداز ہونے کا امکان تو نہیں رہتا۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ اکثر خطاط یا خوشنویس کم علم ہوتے ہیں۔ اور پیشہ ور خطاط جلدی کی خاطر اس قسم کی شرائط کو اکثر ملحوظ نہیں رکھتے۔ اس لئے رسم المصحف پر ماہرانہ نظر رکھنے والے اہل علم نے ایسی کتابیں لکھنا شروع کیں جو کُتّاب مصاحف کی راہنمائی کرسکیں اور ان کو فرداً فرداً ان تمام مقامات سے آگاہ کرسکیں جہاں املاء میں رسم قرآنی کے مطابق درست املاء سے بھٹک جانے کا خطرہ موجود ہو۔

دوسرے اسلامی علوم کی طرح اس علم میں بھی تالیف کی ابتداء ایسے مختصر،، رسائل، سے ہوئی جن میں عموماً کسی ایک پہلو سے جزوی معلومات ہوتی تھیں۔ آہستہ آہستہ متفرق رسائل کی معلومات کو یکجا کرکے علم الرسم پر بڑے مجموعے تیار ہوئے۔ یہاں تک کہ تدوین عروج کو پہنچی اور اس فن کی امہات الکتب تالیف ہوئیں۔ اس کے بعد انتخاب، تلخیص اور شروح کا سلسلہ شروع ہوا جو اب تک جاری ہے۔ علم الرسم کی کتابوں میں سے بعض میں مصاحف عثمانیہ کی (تیاری کی) تاریخ کو بھی ساتھ شامل کر لیا گیا اور بعض کتابوں میں مرسوم المصاحف کے اختلافات کی تعلیل اور توجیہ کو بھی موضوع بحث بنایا گیا۔ اور بعض میں رسم عثمانی کے التزام یا عدم التزام کی بحث کو بھی لے لیا گیا۔ ان چیزوں کی ابھی آگر وضاحت آئے گی۔

مختلف اسلامی علوم کی تدوین اور ان پر تالیفات کے سلسلے میں یہ ایک عجیب بات سامنے آتی ہے کہ بعض علوم پر کسی ایک علاقے میں زیادہ کام ہوا اور بعض علوم پر دوسرے خطے میں مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث کی جمع و تدوین اور اس علم کی امہات الکتب کی

تالیف کا بیشتر کام مشرقی اسلامی ملکوں میں سرانجام پایا۔ اس کے برعکس علم الرسم کی جمع و تدوین اور اس فن کی امہات الکتب کی تصنیف و تالیف کا کام عالم اسلام کے مغربی حصے خصوصاً اندلس میں زیادہ ہوا (۳۲)۔

اہل مشرق کی تالیف کردہ کتب حدیث (بخاری و مسلم وغیرہ) کو مغرب میں پذیرائی حاصل ہوئی اور اہل مغرب کی تالیف کردہ کتب علم الرسم کو اہل مشرق نے اپنے لئے راہنما بنایا۔ بلکہ یہ کتابیں بلا اختلاف مسلمانوں کے تمام مذاہب و مسالک کے ہاں مستند مانی جاتی ہیں۔ نامہ آستان قدس شماره ۱ و ۲ دورہ نہم میں عزیز اللہ جوینی کا ایک مضمون بعنوان „املاء قرآن“ شائع ہوا تھا۔ جس میں مضمون نگار نے املاء قرآن پر اہم اور بنیادی کتابوں میں الدانی، المراکشی اور ارکائی کی کتابوں کو ہی گنویا ہے۔ انکا قدرے تفصیلی ذکر ابھی آگے آ رہا ہے۔ البتہ اس نے دو ایرانی مؤلفین کی کتابوں کا نام بھی لیا ہے۔ ان کا ذکر ہم پہلے ہی کئے دیتے ہیں۔

(۱)۔ احمد بن حسین اصفہانی نیشاپوری (ت ۳۸۱ھ) کی „اختلافِ ہجاء قرآنی“ (جو غالباً فارسی میں ہے) اور (۲)۔ حافظ اصفہانی کی „کتاب المصاحف“ (۳۳)۔

علم الرسم پر اس قدر زیادہ کام ہوا ہے کہ اس فن کی تمام کتابوں کا شمار بھی کار دشوار ہے۔ اس کثرتِ تالیفات کا ایک سبب غالب یہ بھی بنا کہ مصاحف کی تیاری مسلمانوں کی روزمرہ کی ضروریات کا ایک جزء تھا (اور ہے)۔ ہر مسلمان کو نہیں تو کم از کم ہر مسلمان کنبہ کو ایک مصحف کی ضرورت ہوتی تھی اس بناء پر ہر ایک کاتب مصحف کے پاس ایک مختصر راہنمائے رسم قرآنی کی قسم کی کتاب یا رسالہ کا ہونا ضروری تھا۔ جس میں کم از کم ضروری مقامات کی املاء کے بارے میں معلومات اور ہدایات موجود

ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کے ایسے تمام مقامات کی سورت بسورت نشان دہی پر مبنی متعدد مختصر کتب بھی لکھی گئیں۔  
ذیل میں ہم ترتیب زمانی کے ساتھ اس علم پر لکھی گئی بعض اہم ”ابتدائی“ اور ”انتہائی“ تالیفات اور ان کے مؤلفین کا مختصراً ذکر کرتے ہیں۔ جس سے اس علم کے عہد بعہد ارتقاء کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

### ۱۱۔ علم الرسم پر تالیفات :

سب سے پہلے ہمیں ابن الندیم کے ہاں اس علم پر یا اس کے بعض پہلوؤں پر لکھی ہوئی کچھ کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے ایک عنوان ”الکتب المؤلفہ فی مقطوع القرآن وموصلہ“ ہے جس کے تحت اس نے تین مؤلفین کے نام لئے ہیں۔ (۱) عبد اللہ بن عامر الیحصبی (ت ۱۱۸ھ)۔ (۲) حمزہ بن حبیب الزیات (ت ۱۵۶ھ) اور (۳) علی بن حمزہ الکسانی (ت ۱۸۹ھ) اسی کتاب (الفہرست) میں ”الکتب المؤلفہ فی اختلاف المصاحف“ کے عنوان کے تحت آٹھ مؤلفین اور ان کی کتابوں کے نام ملتے ہیں۔

(۱) عبد اللہ بن عامر الیحصبی (ت ۱۱۸ھ) کی کتاب ”اختلاف مصاحف الشام والحجاز والعراق“ (۲) علی بن حمزہ الکسانی (ت ۱۸۹ھ) کی ”کتاب اختلاف مصاحف اہل المدینہ و اہل الکوفہ و اہل البصرہ“ (۳) خلف بن ہشام البزاز (ت ۲۲۹ھ) کی کتاب ”اختلاف المصاحف“ (۴) یحییٰ بن زیاد الفراء (ت ۲۰۷ھ) کی کتاب ”اختلاف اہل الکوفہ والبصرہ والشام فی المصاحف“۔ ان کے علاوہ ابن الندیم نے ابو حاتم سجستانی (ت ۲۵۵)، ابوداؤد و سجستانی، المدائنی اور محمد بن عبدالرحمن الاصفہانی میں سے ہر ایک کی کتاب ”اختلاف المصاحف“ کا ذکر بھی کیا ہے۔

ابتدائی دور میں رسم کے موضوع پر لکھی گئی متعدد کتابوں کے لئے ہجاء المصاحف یا کتاب الہجاء کا نام بھی ملتا ہے۔ ،، الکتب المؤلفہ فی ہجاء المصاحف ،، کے تحت ابن الندیم نے تین مؤلفین کا ذکر کیا ہے (۱) یحییٰ بن الحارث الذماری (ت ۱۳۵ھ) (۲) احمد بن ابراہیم اوراق (ت ۲۷۰ھ) اور (۳) ابن شیبہ (۳۳)۔ صاحب المقنع نے الغازی بن قیس الاندلسی (ت ۱۹۹ھ) کی ،، فی ہجاء المصاحف ،، اور محمد بن عیسیٰ الاصفہانی (ت ۲۵۳ھ) کی ،، ہجاء المصاحف ،، کا ذکر کیا ہے (۲۵)۔ غانم قدوری نے ہجاء المصاحف کے عنوان سے لکھی گئی چار مزید کتابوں کا اضافہ کیا ہے (۱) ابن مقسم العطار (ت ۳۶۲ھ) کی ،، اللطائف فی جمع ہجاء المصاحف ،،

(۲) ابوالعباس المہدوی (ت ۳۳۰ھ) کی ،، ہجاء مصاحف الامصار [اس کتاب کا ایک جزء مجلہ معهد المخطوطات جلد ۱۹ میں شائع ہو چکا ہے] (۳) مکی بن طالب القیسی (ت ۳۳۷ھ) کی ،، ہجاء المصاحف اور (۴) ابن معاذ الجہنی (ت ۳۳۲ھ) کی ،، البدیع فی ہجاء المصاحف ،، (۳۶) [یہ کتاب بھی غانم قدوری کی تحقیق کے ساتھ عراق کے مجلہ المورد۔ العدد الرابع سنہ ۱۳۰۷ھ میں شائع ہو چکی ہے] (۳۷)۔ ،، کتاب الہجاء ،، کے عنوان کے تحت ابن الندیم نے الکسانی، الفراء، ابو حاتم سجستانی اور ابن بشار الانباری (ت ۳۲۷ھ) کی کتابوں کا ذکر کیا ہے (۲۸) مگر یہ بات واضح نہیں ہو سکی کہ ان کا تعلق ،، ہجاء قرآنی ،، سے تھا یا ہجاء قیاسی (نحوی) سے تھا۔ یہاں تک علم الرسم پر تالیفات کا ابتدائی یا تشکیلی دور ختم ہوتا ہے۔

۱۲۔ اس کے بعد مذکورہ بالا آخری تین مؤلفین - المہدوی، القیسی اور الجہنی کی معاصر مگر اس فن کی ،، دیوقامت ،، شخصیت سامنے آتی ہے یعنی ابو عمر و عثمان بن سعید الدانی الاندلسی (ت

۳۳۳ھ) جو اپنے زمانے میں ابن الصیرفی کے نام سے مشہور تھے اور جن کی کل تصانیف کی تعداد سو سے زیادہ بیان کی گئی ہے جن میں سے گیارہ کتابیں علم الرسم سے متعلق تھیں۔ اور ان میں سب سے اہم، سب سے مشہور اور سب سے مفید تر کتاب المقنع الکبیر تھی۔ جس کی تلخیص خود مؤلف نے المقنع الصغیر کی صورت میں کی (۳۹) اور جو، „المقنع فی معرفة مرسوم مصاحف اهل الامصار“ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ الدانی کی یہ کتاب علم الرسم پر لکھی گئی تمام پیشرو کتابوں کی جامع اور اپنے بعد آنے والی کتابوں کی بنیاد ٹھہری۔ اس کتاب میں الدانی نے لفظ رسم اور مرسوم بکثرت استعمال کیا ہے (۳۰)۔ چنانچہ بعد کی کتابوں کے عنوانات پر عموماً یہی لفظ غالب نظر آتا ہے اور کم از کم عنوان کتب میں لفظ „هجا“ کا استعمال آہستہ آہستہ متروک ہو جاتا ہے۔

الدانی کے بعد اس علم پر لکھی جانے والی کتابوں میں سے خصوصاً قابل ذکر حسب ذیل ہیں۔ اہم کتابوں کے ساتھ ہم نے کچھ مزید تعارفی نوٹ بھی بڑھا دیا ہے۔

(۱)۔ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی (ت ۳۶۳ھ) کی „تلخیص المتشابه فی الرسم“ (۳۱)۔

(۲)۔ ابوداؤد سلیمان بن نجاح الاندلسی (ت ۳۹۶ھ) کی „التنزیل فی هجا المصاحف“ جو اس کی چھ جلدوں پر مشتمل ایک بڑی کتاب، „التبیین لهجا التنزیل“ کی خود تیار کردہ تلخیص تھی۔ یہ غالباً آخری بڑی کتاب ہے جس کے عنوان میں لفظ „هجا“ استعمال ہوا۔ اگرچہ یہ کتاب ابھی تک شائع نہیں ہوئی تاہم اس کے کچھ مخطوطات (القاهرہ اور دمشق وغیرہ میں) موجود ہیں۔ یہ ابوداؤد الدانی کے نامور تلامذہ میں سے تھے۔ ہمارے زمانے میں شائع ہونے والے چند اہم مصاحف (قرآنی ایڈیشنوں) کی تیاری میں الدانی

اور ابوداؤد کی کتابوں کو ہی رسم المصحف کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ اور ان دونوں میں اختلاف کی صورت میں مصری، سعودی اور شامی مصاحف میں ابوداؤد کو اور لیبی، مصحف الجماہیریہ کی تیاری میں الدانی کے قول کو ترجیح دی گئی ہے (۳۲)۔

(۳)۔ ابوالحسن علی بن محمد المرادی (ت ۵۶۳ھ) کسی، المنصف،۔

(۴)۔ ابن العطار الہمدانی (ت ۵۶۹ھ) کی، اللطائف فی رسم المصاحف،۔

(۵)۔ القاسم بن فیروز الشاطبی (ت ۵۹۰ھ) کا قصیدہ رائیہ فی الرسم الموسوم بعقيلة اتراب القصائد فی اسنى المقاصد،۔ یہ معمولی اضافوں (کل چھ کلمات) کے ساتھ المقنع للدانی کا خلاصہ ہے۔ اسے بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور اس کی متعدد شروح لکھی گئیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر ابھی آئے گا۔

(۶)۔ ابو طاهر العقیلی اسماعیل بن طاهر (ت ۶۲۳ھ) کسی، مختصر ما رسم فی المصحف الکریم، (۳۳)۔

(۷)۔ ابن وثیق الاندلسی (ت ۶۵۴ھ) کا، رسالہ فی رسم المصحف،۔

(۸)۔ محمد بن ابراہیم الشریشی الخراز (ت ۷۱۸ھ) کی مورد الظمان فی رسم احرف القرآن،۔ یہ منظوم کتاب ہے اور الخراز کی ہی ایک سابق تالیف، عمدة البیان، کا خلاصہ ہے۔ اس کتاب کے دو حصے (یکجا) ہیں۔ پہلا علم الرسم سے متعلق ہے اور دوسرے حصے کا موضوع علم الضبط ہے اور اسے مورد الظمان کی ذیل یا ضبط الخراز بھی کہتے ہیں۔ مورد الظمان چونکہ اپنے سے پہلی چار اہم کتابوں۔ المقنع، التنزیل، المنصف اور العقیلة سے ماخوذ ہے اس لئے اس کو بھی اہل علم میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور اس کی

بھی کئی شروح لکھی گئیں جن میں سے بعض کا ہم آگے چل کر ذکر کریں گے۔

(۹) - ابوالعباس المراكشي الشهير بابن البناء (ت ۷۲۱ھ) کی „عنوان الدليل في مرسوم خط التنزيل“ - اس کتاب میں رسم المصحف کے عام خط سے مختلف ہونے کی عجیب و غریب „باطنی“ قسم کی تعلیلات اور توجیہات بیان کی گئی ہیں۔ اصل کتاب تو ابھی تک نہیں چھپی۔ البتہ زرکشی نے البرہان میں اس کے طویل اقتباسات دیئے ہیں (۳۳)۔

(۱۰) - برہان الدین ابراہیم بن عمر الجعفری (ت ۷۳۲ھ) کی „روضة الطرائف في رسم المصاحف“ یہ لامیہ قصیدہ ہے جو شاطبی کے رائیہ کی طرز پر لکھا گیا۔

(۱۱) - ابویحییٰ محمد بن محمود الشیرازی السمرقندی (ت ۸۰۰ھ) کی کتاب „كشف الاسرار في رسم مصاحف الامصار“ - اس کتاب کے دو باب حاتم صالح الضامن کی تحقیق کے ساتھ مجلہ المورد - العدد الرابع < ۱۳۰۰ھ میں شائع ہو چکے ہیں (۳۵)۔

اس کے بعد ہمیں گیارہویں بارہویں صدی میں بعض ایسی تالیفات کا پتہ چلتا ہے جن کے نام (عنوان) میں خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ یا ان کے مصاحف کا نام آتا ہے۔ یہ سب مخطوطات ہیں اور بیشتر مجہول المؤلف بھی ہیں۔ مثلاً:

(۱) - حسین بن علی الاماسی (گیارہویں صدی ہجری) کی „الطائف الطریفة في رسم المصاحف العثمانیہ الشریفہ“ -

(۲) - مؤلف مجہول - جامع الکلام فی رسم المصحف الامام

(۳) - مؤلف مجہول - رسالہ فی بیان قواعد رسم المصحف

العثمانی -

(۴) - مؤلف مجہول - زبدۃ البیان فی رسوم مصاحف عثمان (۳۶)۔

۱۳۔ علم الرسم پر تالیفات کا یہ سلسلہ چودھویں صدی ہجری کے آخر تک بھی جاری رہا ہے۔ اس متأخر دور کی کتابوں میں سے قابل ذکر حسب ذیل ہیں۔ یہ سب (کم از کم ایک دفعہ) طبع ہو چکی ہیں (۳۷)۔

(۱)۔ الشیخ برکات بن عریشہ الہورینی کی کتاب „الجوہر الفرید فی رسم القرآن المجید“۔

(۲)۔ الشیخ محمد ابوزید کی „فتح الرحمن وراحة الکسلان“۔

(۳)۔ الشیخ عبدالرحمن محمد الہواش کی „تشحیذ الاذهان فی رسم آیات القرآن“۔

(۴)۔ ابو عبید رضوان بن محمد المخللاتی (۱۳۱۱ھ) نے „ارشاد

القراء والکاتبین الی معرفۃ رسم الکتاب المبین“ کے نام سے کتاب بھی لکھی اور رسم عثمانی کے مطابق ایک مصحف بھی شائع کرایا۔

(۵)۔ المتولی محمد بن احمد بن الحسن نے ایک ارجوزہ „الؤلؤ المنظوم“ کے نام سے لکھا جس کی شرح الشیخ حسن بن خلف الحسینی نے „الرحیق المختوم“ کے نام سے لکھی۔

(۶)۔ الشیخ محمد بن علی بن خلف الحسینی (۱۳۵۷ھ) نے „ارشاد الحیران الی معرفۃ ما یجب اتباعه فی رسم القرآن“ نام کا ایک رسالہ تالیف کیا جو دراصل (اس زمانے کے) ہندوستان سے بھیجے گئے ایک استفسار کا جواب تھا۔

(۷)۔ الشیخ محمد بن حبیب اللہ الشنقیطی (۱۳۶۳ھ) نے „ایقاظ الاعلام لوجوب اتباع رسم المصحف الامام“ کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ مرحوم رسم قرآنی کے بارے میں سختی سے نظریۂ توقیف کے حامی تھے۔ اس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

(۸)۔ محمد غوث بن ناصر الدین ارکاشی کی کتاب „نشر المرجان فی رسم نظم القرآن“۔ علم الرسم کے موضوع پر سب سے

مبسوط کتاب ہے جو سات جلدوں میں حیدر آباد دکن سے ۱۳۳۹-۳۹ھ میں قریباً دس برس میں شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب خدمت قرآن کے لئے استقامت سے کام کرنے اور „محنت عشق“ (Love Labour) کی ایک زندہ اور روشن مثال ہے۔

(۹)۔ الشیخ علی محمد الضباع استاد جامع الازھر نے „سمیر الطالبین فی رسم و ضبط الكتاب المبین“ کے نام سے ایک کتابچہ تالیف کیا۔ یہ چھوٹی سی کتاب بقول مؤلف المقنع، التنزیل اور العقیلة کے مسائل کا جامع خلاصہ ہے۔ اس میں بات سمجھانے کا مختصر مگر قابل فہم انداز اختیار کیا گیا ہے۔ ان کی تمام آراء سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا تاہم مجموعی طور پر کتاب پر „بقامت کھتر بقیمت بہتر“ کی مثل صادق آتی ہے۔

۱۲۔ علم الرسم کی „امہات الكتب“ میں سے الشاطبی کے قصیدہ „العقيلة“ اور الخراز کی „مورد الظمان“ کو اساتذہ فن کے ہاں بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور ان کی متعدد شروح لکھی گئیں۔ علم الرسم پر اہم تالیفات کی کوئی فہرست ان شروح کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں کہلا سکتی۔ لہذا ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

شاطبی کے „عقيلة اتراب القوائد“ کی اہم شروح یہ ہیں :-

(۱)۔ علم الدین علی بن محمد السخاوی (ت ۶۳۳ھ) کی شرح „الوسيلة الى كشف العقيلة“۔

(۲)۔ برہان الدین عمر بن ابراہیم الجعبري (ت ۳۲۲ھ) نے

„خميلة ارباب المراسد فی شرح عقيلة اتراب القوائد“ کے نام سے اس کی شرح لکھی (۳۸)۔

(۳)۔ ابوالبقاء علی بن عثمان ابن القاصح (ت ۸۰۱ھ) نے

„تلخیص الفوائد و تقریب المتباعد“ کے نام سے اس کی شرح لکھی۔

یہ کتاب چھپ چکی ہے اور غالباً العقیلہ کی شروح میں سے واحد مطبوعہ شرح ہے۔

(۳) - ملا علی بن سلطان القاری الہروی (ت ۱۰۱۳ھ) کی شرح کا نام „الہبات السنیہ العلیہ علی ایات الرائیہ فی الرسم“ ہے۔  
(۵) - مشہور روسی عالم موسی جار اللہ رستو فدانی (ت ۱۳۶۸ھ) نے بھی العقیلہ کی شرح لکھنا شروع کی تھی جو غالباً مکمل نہ ہو سکی (۳۹)۔

اور الخراز کی مورد الظمان کی شروح میں سے اہم یہ ہیں :-  
(۱) الشیخ حسین بن علی الرجراجی (ت ۸۳۰ھ) کی شرح کا نام ہے۔ „تنبیہ العطشان علی مورد الظمان“۔  
(۲) - ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن عبد الجلیل التنسی (ت ۸۹۹ھ) نے „الطراز علی ضبط الخراز“ کے نام سے مورد الظمان کی صرف ذیل (ضبط والے حصے) کی شرح لکھی۔ یہ ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔

(۳) - ابو محمد عبدالواحد بن احمد بن علی ابن عاشر الانصاری (ت ۱۰۳۰ھ) کی „فتح المنان المروی بمورد الظمان“ سب سے مشہور شرح ہے۔ اس شارح نے حصہ رسم کے آخر پر „الاعلان بتکمیل مورد الظمان“ کے نام سے ایک تکملہ بھی لکھا، جس کا مقصد دوسری قراءات کو بھی شامل کرنا تھا کیونکہ اصل „مورد“ صرف قراءات نافع پر مبنی تھی۔

(۴) - الشیخ ابراہیم بن احمد المارغنی التونسی (۱۳۲۵ تاریخ تکمیل کتاب) کی „دلیل الحیران شرح مورد الظمان“ کے کئی ایڈیشن تونس اور مصر سے شائع ہو چکے ہیں اس کتاب کے رسم والے حصے میں ابن عاشر کی فتح المنان سے اور ضبط والے حصے کے لئے التنسی کی „الطراز“ سے زیادہ مدد لی گئی ہے۔

(۵)۔ الشیخ احمد محمد ابو زیتحار نے ،، لطائف البیان فی رسم القرآن شرح مورد الظمآن ،، کے نام سے طلبہ کے استفادہ کے لئے ایک مختصر شرح لکھی ہے مؤلف خود جامع الازھر کے اساتذہ میں سے ہیں۔

۱۵۔ ماضی قریب میں علم الرسم کے مسائل یونیورسٹی سطح پر ایم اے اور پی ایچ ڈی کے لئے مقالات کے موضوع بھی بنے ہیں ، مثلاً:

(۱) عبدالحی حسین الفرماوی نے ۱۹۴۳ء میں کلیہ اصول الدین جامع الازھر سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ان کا موضوع تحقیق تھا ،، رسم المصحف ونقطه ،،۔

(۲) غانم قدوری الحمد نے ۱۹۶۶ء میں کلیہ دارالعلوم جامعہ القاہرہ سے ایم اے کی ڈگری جس مقالہ کی بنیاد پر حاصل کی ، اس کا عنوان تھا ،، رسم المصحف - دراسة لغوية تاريخية ،، یہ مقالہ ایک کتاب کی شکل میں عراق کی ہجرہ کمیٹی کی طرف سے بھی شائع ہو چکی ہے۔ اور اس موضوع پر بہت جامع اور کام کی کتاب ہے۔ مقالہ نگار نے اس سے بکثرت استفادہ کیا ہے۔

گزشتہ اوراق میں علم الرسم پر لکھی گئی پچاس کے قریب کتابوں کا ذکر آ گیا ہے ( پیراگراف ۱۱ تا ۱۴ میں )۔ یہ فہرست ذرا طویل لگتی ہے تاہم اس علم کے ارتقاء کے بیان کے لئے کم از کم اہم کتابوں کا ذکر کئے بغیر بھی چارہ نہ تھا۔ دوسری طرف یہ فہرست علم الرسم پر لکھی گئی کثیر التعداد کتابوں کا ایک معمولی سا خاکہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس علم پر لکھی گئی تمام کتابوں کا شمار بھی ایک کار دشوار ہے۔ اور یہ طویل سلسلہ تالیفات جو قریباً چودہ سو سال سے بغیر انقطاع کے جاری ہے۔ اس بات پر شاہد ہے کہ اس علم پر کتنی توجہ مرکوز کی گئی۔ اور اس کی وجہ کو سمجھنا چنداں مشکل بھی نہیں ہے۔ آخر اس علم کا تعلق قرآن کریم کی

درست کتابت سے ہے جو اسلامی معاشرے کی بنیادی دینی ضرورت ہے اور ایک مسلسل اور جاری عمل ہے۔

تاہم اس طویل فہرست میں سے علم الرسم کی اصل امہات الکتب صرف چار ہی شمار ہوتی ہیں یعنی المقنع ، التنزیل ، العقیلہ اور المنصف ۔ یا پھر وہ کتابیں جن کی تالیف ان کتب اربعہ سے استمداد پر مشتمل ہو مثلاً ، ”مورد الظمان للخراز“ یا ”نثر المرجان“ جو اس علم کی تمام کتابوں کی جامع ہے۔

باقی کتابوں کی حیثیت شرح یا تلخیص کی ہے یا پھر ترتیب و تبویب اور اسلوب و انداز کا فرق ہے۔

۱۶۔ علماء رسم نے تمام کلمات قرآن کی کتابت (املاء) کا بنظر غائر مطالعہ اور مشاہدہ (مصاحف میں) کیا۔ اور خصوصاً ان کلمات کا تجزیہ کیا جن میں اختلاف کتابت کی کوئی صورت پائی جاتی ہے۔ پھر ان املائی اختلافات سے کچھ قواعد کلیہ مستنبط کئے اور بالآخر اس نتیجے پر پہنچے کہ جملہ اختلافات یا احکام رسم کو مندرجہ ذیل چھ قواعد کے تحت منحصر کیا جا سکتا ہے۔ : حذف ، زیادۃ ، همز (رسم حمزہ) ، بدل ، وصل و فصل اور ”قراءت کا تنوع“ ایک عجیب بات یہ ہے کہ رسم قیاسی کے علماء نے بھی اپنے اصول ان میں سے پہلے پانچ قواعد پر ہی استوار کئے ہیں (۵۰)۔ (صرف چھٹا قاعدہ علم الرسم سے مختص ہے)۔ اور بیشتر صورتوں میں ان قواعد کے تحت کلمات کا طریق املاء رسم قیاسی اور رسم قرآنی میں یکساں رہتا ہے۔ [یہ بات پہلے بھی لکھی جا چکی ہے کہ رسم قرآنی نوے فیصد رسم قیاسی کے مطابق ہوتا ہے]۔ البتہ رسم قیاسی اور رسم قرآنی میں ان قواعد کے اطلاق میں فرق ہے جس سے اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ علم الرسم کے ان ”قواعد ستہ“ کا مختصر بیان یا ان کا تعارف کچھ یوں ہے :-

(۱) حذف : کئے تحت ان کلمات سے بحث کی جاتی ہے جن کی کتابت میں کوئی حرف محذوف مگر نطق میں موجود ہوتا ہے یعنی وہ حرف لکھا نہیں جاتا مگر پڑھا ضرور جاتا ہے۔ یہ محذوف حرف عموماً ،، ا ،، ،، و ،، یا ،، ی ،، ہوتے ہیں۔ اگرچہ ایک آدھ مثال ،، ن ،، یا ،، ل ،، کے حذف کی ملتی ہے۔ اس کی مثال ،، الرحمن ،، ، داؤد ، اور ،، النبین ،، کے کلمات ہیں جو دراصل الرحمان ، داوود ، اور النبین پڑھے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں اس قسم کے کلمات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے اور کتب رسم میں ان سب کا فرداً فرداً ذکر موجود ہے۔

(۲) زیادة : سے مراد یہ ہے کہ بعض دفعہ کسی کلمہ میں کوئی حرف لکھا تو جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا۔ یہ زائد حرف بھی ہمیشہ ،، ا ،، ،، و ،، یا ،، ی ،، ہی ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال ،، مائة ،، ، ، اولئك ، اور ،، بایئذ ،، ہیں جو علی الترتیب مئة ، الا نك اور بایئذ پڑھے جاتے ہیں۔ [آپ نے محسوس کر لیا ہوگا کہ ،، اولئك ،، میں حذف اور زیادة دونوں قاعدے کارفرما ہیں]۔

(۳) الهمز یا رسم همزه : یعنی همزه کی کتابت اور رسم کی مختلف صورتوں کا بیان۔ ان میں سے بعض صورتیں رسم قیاسی سے موافق ملتی ہیں اور بعض مختلف ہوتی ہیں۔ دونوں صورتوں میں کتابت همزه کے قواعد خاصے طویل ہیں۔

(۴) بدل : کئے تحت ان کلمات کو بیان کیا جاتا ہے جن کی املاء میں ایک حرف کی بجائے کوئی دوسرا حرف لکھا جاتا ہے حالانکہ تلفظ کا تعین وہی پہلا حرف کرتا ہے مثلاً الف کی بجائے ،، و ،، یا ،، ی ،، لکھنا۔ اس کی مثال الصلوة ، بلی اور حتی یا متی میں ملتی ہے۔ جو علی الترتیب الصلاة ، ،، بلا ،، اور ،، حتا ،، یا ،، متا ،، پڑھے جاتے ہیں۔ [یہاں بھی آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ بلی ، حتی اور متی کا

قیاسی اور قرآنی رسم یکساں ہے البتہ لفظ صلوٰۃ کا معاملہ مختلف ہے۔  
اس کی مثالیں تو اردو میں بھی متعارف ہیں۔ مثلاً ادنیٰ ، اعلیٰ ،  
موسیٰ ، عیسیٰ وغیرہ ] -

(۵) وصل و فصل : جسے قطع اور وصل بھی کہتے ہیں۔ اس قاعدہ  
کے تحت یہ بیان ہوتا ہے کہ دو کلمات (حرف اور اسم یا اسم اور اسم)  
کو ملا کر یا الگ الگ لکھنے کا قاعدہ کیا مثلاً فِی مَآ اور فیما۔ اَیْنَ  
ما اور اَیْنِما ، اُمُّ مَنْ اور اَمَّنْ ، یَوْمَ هُمْ اور یَوْمَهُمْ وغیرہ -

(۶) قراءت کا تنوع : یا اختلاف قراءتیں - اس میں ان مخصوص  
کلمات کی املاء کا قاعدہ بیان ہوتا ہے۔ جن میں دو بالکل مختلف  
مگر بتواتر ثابت قراءتیں ہوتی ہیں۔ اس میں محتمل القراءات رسم  
کے علاوہ [ جس کی مثالیں قرآن کریم میں بکثرت ملتی ہیں۔ ایک  
مثال لفظ ,, ملئ ,, ہے جو مالک بھی پڑھا جاتا ہے اور ملک بھی ] - وہ  
کلمات بھی آتے ہیں جو مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک میں  
ایک قراءات کے مطابق اور کسی دوسرے میں دوسری قراءات کے  
مطابق لکھے گئے تھے۔ اس کی ایک مثال سورۃ الکہف کی آیت ۳۲  
میں وارد کلمہ ,, مِنْہَا ,, کا بعض مصاحف میں ,, مِنْہُمَا ,, (بصیغۂ تشبیہ)  
لکھنا ثابت ہے۔ اور ورش کی قراءات میں اب بھی اسی طرح  
بصیغۂ تشبیہ لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔

۱۷۔ علم الرسم کے مؤلفین میں مواد کو مرتب شکل میں پیش  
کرنے کے لئے عموماً دو رجحانات پائے جاتے ہیں -

(۱)۔ بعض علماء اپنی کتاب کو مذکورہ بالا ,, قواعد ستہ ,, کی  
ترتیب کے مطابق ابواب و فصول میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ اور پھر ان  
قواعد ستہ میں سے ہر ایک کی کچھ ضمنی تقسیمات بھی کر لیتے  
ہیں۔ اور ہر ایک قاعدے کے تحت آنے والے کلمات کے بیان میں قرآن  
کریم کی ترتیب سور کو ملحوظ رکھا جاتا ہے ، مثلاً :

سب سے پہلے حذف کرے تحت سورت بسورت الحمد سے والناس تک ان کلمات کو بیان کرتے جائیں گے جن کا تعلق اس قاعدہ (حذف) سے ہے۔ اور اس میں بھی پہلے محذوف للالف الفاظ، پھر محذوف الواو، پھر محذوف الیا اور آخر پر محذوف النون اور محذوف اللام کلمات کا ذکر ہوگا۔ وھکذا المهدوی، الجھنی، الدانی، الشاطبی، الجعبری اور الخراز کی تالیفات میں یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے (۵۱)۔

(۲)۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پورے قرآن کو الفاتحہ سے والناس تک ایک ایک سورت کو لیتے ہیں اور ہر سورت میں بہ ترتیب آیات ان کلمات کا ذکر کرتے ہیں جن کی املاء میں قواعد ستہ میں سے کوئی ایک یا ایک سے زائد قاعدے استعمال ہوتے ہوں۔ اس طریقے میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی کلمہ پہلی دفعہ سامنے آتا ہے تو نہ صرف اس کا قاعدہ بیان کرتے ہیں بلکہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ لفظ قرآن میں جہاں جہاں بھی آیا ہے اسی قاعدے کے تحت لکھا جاتا ہے یا اس کے کوئی استثناءات بھی ہیں۔

مثلاً سورة البقرہ میں „ ذلک “ کے متعلق بتائیں گے کہ یہ لفظ قرآن کریم میں جہاں بھی آیا ہے (کیف وقع) بحذف الف ہی لکھا جاتا ہے۔ [رسم قیاسی والا بھی یہی کہے گا کہ ذلک ہر جگہ اور ہر موقع پر بحذف الف ہی لکھا جاتا ہے]۔ پھر „ الکتب “ کے متعلق بتائیں گے کہ یہ لفظ پورے قرآن میں بحذف الف لکھا جاتا ہے۔ سوائے چار مواقع کے جن کا ذکر اپنے اپنے موقع پر آئے گا۔ اسی طرح „ اولئک “ میں حذف (الف) بھی ہے اور زیادہ (واو) بھی ہے اور جہاں بھی آتا ہے اسی طرح لکھا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ (۵۲)۔ اب آگے جہاں جہاں کلمات „ ذلک “ اور „ اولئک “ آئیں گے ان کے متعلق کچھ بیان نہیں کیا جائے گا۔ یا زیادہ سے زیادہ یہ لکھ دیا جائے گا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ البتہ اگر کلمہ „ الکتب “ کا کوئی

اثبات الف والا موقع آیا تو کہیں گے کہ یہاں اسے ” کتاب “ لکھنا ہے۔ اس طریقے میں چونکہ مؤلف پہلی دفعہ سامنے آنے والے کلمہ کے متعلق بات کر دیتا ہے۔ اس لئے اس لفظ کے مکرر آنے پر قاعدہ مکرر بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی کتاب کا ابتدائی حصہ قواعد کے بیان سے بھرا ہوتا ہے اور آخری حصہ مختصر رہ جاتا ہے۔

اس طریقے پر لکھی گئی کتابوں میں ابو داؤد کی التنزیل ، ابوطاھر العقیلی کی (فی مرسوم المصاحف) ، ابن وثیق کا (رسالہ فی رسم المصحف) اور ایک مجہول مؤلف کی کتاب (جامع الکلام فی رسم المصحف الامام) قابل ذکر ہیں۔ اور اس طریقے پر لکھی ہوئی سب سے جامع اور مبسوط کتاب ارکائی کی ” نثر العرجان فی رسم نظم القرآن “ ہے (۵۲)۔

۱۸۔ علم الرسم پر تالیفات کے اس طویل سلسلے اور اس فن کے بارے میں اس سارے اہتمام کی غرض و غایت یہ ہے کہ کاتب مصحف کو رسم قرآنی کے احکام سے آگاہی حاصل ہو تاکہ کلام اللہ کی کتابت میں رسم قرآنی کی انفرادیت کو برقرار رکھا جا سکے اور اسے عام رسم املائی یا رسم قیاسی کے ساتھ خلط ملط نہ کر دے۔ جب رسم قرآنی اور رسم املائی کے اختلاف کی بات ہوتی ہے تو اکثر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ شاید عہد نبوی یا راشدین میں دو طریق املاء موجود تھے۔ یا یہ کہ رسم قیاسی موجود تھا مگر کتاب مصاحف نے (کسی وجہ سے) اس کی خلاف ورزی کی۔ یہ نظریہ سراسر غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے عہد نبوی و راشدین میں املاء عربی کی وہی صورت موجود تھی جس میں مصاحف لکھے گئے۔ رسم املائی اور اس کے قواعد تو دوسری صدی ہجری میں وجود میں آئے۔ تاہم جب عام پڑھے لکھے لوگ ان قواعد سے شناسا ہوئے اور ان کو ہر دو رسم

(قرآنی اور املاتی) میں فرق اور اختلاف نظر آیا تو اس کی وجہ پر غور کیا جانے لگا۔ اور اس تحقیق و تفتیش میں رسم قیاسی کو اصل اور رسم قرآنی کو اس سے متفرع سمجھ کر گاڑی کو گھوڑے کے آگے لگا دیا گیا (۵۴)۔

بہر حال ہر دو رسم کے درمیان فی الواقع موجود اختلاف (چاہے جس وجہ سے ہوا) کی بناء پر یہاں دو سوال اہل علم کے ذہن میں ابھرے۔ اور یہ سوال آج بھی موجود ہیں : (۱) ایک تو یہ کہ رسم املاتی اور رسم قرآنی میں یہ اختلافات کیوں ہیں ؟ اور خود رسم قرآنی میں بعض کلمات کی املاء میں اتفاق کی بجائے یہ اضطراب کیوں موجود ہے ؟ کہ ایک لفظ کہیں ایک طریقے سے اور کہیں دوسرے طریقے سے لکھا جاتا ہے ؟

(۲) دوسرے یہ کہ کیا ان اختلافات کو برقرار رکھنا ضروری ہے ؟ (جواب نفی میں ہو یا اثبات میں مگر) کیوں ؟ کس وجہ سے ؟ پہلے سوال کے جواب میں اس وقت تک تین نظریات پیش کئے گئے ہیں ۔

پہلا نظریہ :

یہ ہے کہ رسم المصحف توقیفی ہے اور یہ اسرار الہی میں سے ایک سر ہے۔ قرآن مجید لوح محفوظ میں اسی ”رسم“ کے ساتھ لکھا گیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاتب وحی کو ہر لفظ کی مخصوص املاء بھی بتا دیتے اور اسی کے ساتھ لکھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ ہماری عقل اس کی وجہ کو نہیں پا سکتی۔ ہمارا کام فقط اس کا اتباع کرنا ہے وغیرہ (۵۵)۔ پھر بعض لوگوں نے رسم قرآنی کے ان ”اسرار و حکم“ تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی اور رسم قرآنی کی ایسی عجیب و غریب تعلیلات اور توجیہات پیش کیں جو سراسر غیر معقول اور ناقابل قبول ہیں۔ اس

کی سب سے بڑی مثال ابوالعباس مراکشی کی کتاب ہے۔ بعض نے نحوی بنیادوں پر بھی بعض تعلیلات پیش کی ہیں جن میں نسبتاً معقولیت کا پہلو پایا جاتا ہے (۵۶)۔

یہ نظریہ (توقیف) معقولیت سے بعید ہے۔ اس لئے کہ ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ”امیہ“ (لکھنا پڑھنا نہ سیکھنا) قرآن سے ثابت ہے۔ دوسرے روایتاً بھی کاتبانِ وحی کو طریق املاء کلمات کے بارے میں قطعاً کوئی ہدایات ثابت نہیں ہیں۔ جب رسم قرآنی کے اتباع کے وجوب والتزام کے بارے میں بعض دوسرے معقول اور وزنی دلائل موجود ہیں تو اس بے سند اور غیر معقول استدلال کا سہارا لینے کی کیا ضرورت ہے؟ خیال رہے التزام رسم عثمانی الگ بات ہے اور نظریہ توقیف الگ۔ دونوں کو ایک سمجھنا خلط مبحث ہے (۵۷)۔

دوسرا نظریہ :

رسم قرآنی کی اصل کے بارے میں دوسرا نظریہ یہ ہے کہ یہ رسم اصطلاحی ہے یعنی مصاحف عثمانیہ کے کاتبوں نے بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر اس قسم کا رسم الخط یا طریق املاء اختیار کیا۔ مثلاً ایک حکمت احتمال القراءات المتواتره یا قراءت عرضہ اخیرہ یا اشتمال الاحرف السبعہ کا اہتمام تھا۔ یہ علم القراءات کے ماہرین کی توجیہ ہے۔ اس بات کی کوئی واضح نقلی دلیل موجود نہیں ہے کہ صحابہؓ یا مصاحف عثمانیہ کے کاتبوں نے اس موقع پر بعض کلمات کے لئے کوئی خاص نیا طریق املاء ”ایجاد“ کیا تھا۔ جہاں باہمی اختلاف کی صورت میں کتابِ مصاحف کو معاملہ حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش کرنے کا حکم بیان ہوا ہے۔ تو اس میں ایک لفظ ”تاہوت“ کی املاء کا معاملہ اوپر جانے کی روایت تو ملتی ہے لیکن ایسی کوئی روایت نہیں ملتی کہ مثلاً کاتب نے کہاں ایک لفظ بحذف الف لکھنا

ہے اور کہاں باثبات الف - یا (مثلاً) واو جمع کے بعد کہاں الف زائد لکھنا ہے اور کہاں نہیں لکھنا ہے۔ وغیرہ - املاء کلمات کے لئے کوئی طریقہ (اصطلاح) وضع کرنے کا نظریہ اس لئے بھی معقول نہیں لگتا کہ صحابہؓ کا آنحضورؐ کے وقت میں بلکہ ان کے سامنے لکھے جانے والے طریق املاء کو ترک کر کے اس کی بجائے کوئی نیا طریق املاء اختیار کرنا بہت مستبعد معلوم ہوتا ہے۔

البتہ علامہ ابن خلدون نے اس کی یہ توجیہ پیش کی ہے کہ عہد نبویؐ بلکہ راشدین تک عربی کے علم الاملاء کا ارتقاء ابھی مکمل نہیں ہوا تھا - کتابت کو حجاز میں متعارف ہونے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور املاء کے قواعد و ضوابط ابھی کمال پختگی کو نہیں پہنچے تھے بلکہ ایک قسم کے عبوری دور سے گذر رہے تھے اور یہی چیز صحابہؓ کے کلمات کے لکھنے میں املاء کے اختلاف اور اضطراب کی صورت میں ظاہر ہوئی - یہ ایک طرح سے اس میدان میں صحابہؓ کی ”علمی کمزوری“ کا ایک مظہر ہے - ابن خلدون نے ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اس سے صحابہؓ کی (خدا نخواستہ) توهین کا کوئی پہلو نہیں نکلتا اس لئے کہ کتابت اور املاء کی مہارت کی حیثیت ذاتی کمال کی نہیں بلکہ ایک اضافی کمال کی ہے (۵۸) - تاہم اس کے اس جرأت مندانہ اور محققانہ نظریہ پر بھی تین قسم کے ردعمل سامنے آئے ہیں :-

الف - رسم میں نظریۂ توقیف کے حامیوں نے تو خود ابن خلدون کو گستاخ اور جاہل بنا ڈالا اور بعض نے تو ابن خلدون کے موقف کے پہلے حصے کو بیان کیا مگر (عمداً) دوسرے حصے کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش بھی کی ہے (۵۹) -

ب - رسم المصحف کے مخالفوں اور ”ہجاء حدیث“ اور ”رسم جدید“ کے حامیوں نے ابن خلدون کی رائے کو اپنے لئے ایک عمدہ

ہتھیار خیال کیا۔ اسے رسم المصحف کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا زریں موقع سمجھا اور اسے اپنی زبان درازی اور صحابہؓ کے علم میں طعن کے لئے گویا بطور استدلال یا تائید استعمال کیا۔ اس کی ایک مثال ایک مصری مؤلف محمد عبداللطیف کی کتاب „الفرقان“ میں „ہجاء القرآن و رسمہ“ کے عنوان کے تحت نظر آئے گی۔ جس میں رسم المصحف کے خلاف اپنا سارا زہر اگلنے کے بعد آخر پر ابن خلدون کا اقتباس اس موقف کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کہ „رسم المصحف کی کوئی علمی بنیاد نہیں ہے۔“۔ یہ کتاب حکومت مصر نے ضبط کر لی تھی (۶۰)۔

ج۔ بعض اعتدال پسند منصف مزاج اہل علم نے ابن خلدون کے نظریہ کو سراہا ہے اور اسے رسم قرآنی اور رسم قیاسی کے باہمی اختلافات کی ایک معقول توجیہ قرار دیا ہے (۶۱) اور یہ کہ ابن خلدون ہرگز صحابہؓ کی شان میں کسی گستاخی کا مرتکب نہیں ہوا نہ اس نے کبھی یہ کہا کہ رسم المصحف کو ترک کرنا چاہیئے اور نہ ہی اس نے مصری تجدد پسند عبدالعزیز فہمی (۶۲) یا مؤلف „الفرقان“ کی طرح صحابہؓ یا رسم المصحف کے بارے میں جہل یا سخافت وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ بلکہ اس نے تو رسم المصحف کی تقدیس اور تکریم کی معقول وجہ بھی بیان کر دی ہے۔ البتہ اس نے قائلین توقیف کی غیر معقول تعلیلات پر تنقید ضرور کی ہے۔

تیسرا نظریہ :

رسم قرآنی اور عام رسم املائی میں اختلافات کی توجیہ کا ایک (تیسرا نظریہ) ہمارے زمانے میں سامنے آیا ہے۔ عربی خط (کتابت اور املاء) کی تاریخ اور اس کے ارتقاء پر اثری اکتشافات کے نتیجے میں دستیاب ہونے والے بعض نقوش و لوح اور کتابات (Inscriptions) کے حوالے سے جو جدید تحقیق ہوئی ہے (۶۳) اس سے یہ بات ثابت ہوئی

ہے کہ زمانہ قبل از اسلام اور بعد از اسلام (عہد نبوی و راشدین تک) حجاز میں جو قواعد کتابت اور طریق املاء رائج تھا اس کی اصل نبطی خط تھا (۶۳) جو شمالی علاقوں (شام وغیرہ) سے حجاز میں آیا تھا۔ اور یہ کہ اس زمانے کی عربی املاء (جو مصاحف عثمانیہ کی تیاری تک رائج تھی) کے کم از کم چار مظاہر تو صاف نبطی الاصل ہیں: (۱) نقط و شکل سے عاری ہونا (۲) وسط کلمہ میں الف کا محذوف ہونا (مالک: ملک) (۳) تائے تانیث (ة) کو تائے مبسوٹہ (ت) کی شکل میں لکھنا۔ اور (۴) رسم حمزہ کے بعض طریقے مثلاً حمزہ مضمومہ کے بعد „و“ لکھنا (جیسے أولئك میں)۔ اور یہ چاروں مظاہر رسم قرآنی میں موجود ہیں (۶۵)۔

املاء عربی کے ارتقاء کے اس عبوری نظریہ سے ایک ہی مصحف کے اندر کسی لفظ کی کتابت کے اختلاف کی بھی توجیہ ہو جاتی ہے۔ نبطی خط میں حجاز کے اندر آنے کے وقت تک (کم از کم بھی دو صدیوں کے ارتقاء کی بدولت) املاء کے قواعد میں اگرچہ ایک حد تک پختگی تو آچکی تھی تاہم ابھی ان میں اتنا استحکام اور اتنی یکسانیت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اور بعض کلمات کو کبھی ایک ہجاء کے ساتھ اور کبھی دوسرے ہجاء کے ساتھ لکھ لیا جاتا تھا (۶۶)۔ یہ تو اسلام کی برکت سے اور کتابت مصاحف اور اسلامی علوم کی بدولت ایسا ہوا کہ عربی املاء نے یکسانیت اور استحکام کے سارے مدارج جلدی سے طے کر لئے اور جس کی وجہ سے „رسم قیاسی“ ایک مستقل علم بن گیا جس پر مستقل تالیفات وجود میں آ گئیں (۶۷)۔ اور اسی (تیسرے) نظریہ سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام خصوصاً کتاب مصاحف اپنے زمانے میں رائج طریقہ ہائے املاء و کتابت سے پوری طرح باخبر تھے۔ یہ تو ممکن ہے کہ ابھی یہ علم خود طفولیت میں ہو۔ مگر صحابہ کا اس کے بارے میں

علم ہرگز طفل مکتب کا سا نہیں تھا۔ ویسے یہ علم بھی اس وقت تک اپنی طفولیت سے نکل کر بلوغ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ صحابہؓ کے طریق املاء میں کلمات کی صرفی و نحوی ،، استعداد ،، یا ،، بنیاد ،، سے آگاہی کا پتہ چلتا ہے ( خصوصاً قاعدہ بدل کے اطلاق میں ) ( ۶۸ )۔ بعد میں آنے والے رسم قیاسی کی اصل بنیاد یہی ظہور اسلام کے وقت رائج طریق املاء و ہجاء ہی تھا۔ بہت کم اصول و قواعد تبدیل کرنے پڑے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ اس وقت کا معیاری طریق ہجاء وہی تھا جو بعد میں رسم قرآنی کہلایا اور رسم قیاسی اسی میں سے نکلا۔ اور یہی وجہ ہے بیشتر قواعد میں رسم قرآنی رسم قیاسی کے مطابق ہے۔ تمام ،، مخالفات ،، محدود اور محصور ہیں۔ یہ سمجھنا غلط ہے کہ شاید رسم قیاسی کو مسخ کر کے رسم قرآنی تیار کیا گیا۔ رسم قیاسی تو اس وقت تک موجود ہی نہ تھا اور حقیقت یہی ہے کہ قرآن کریم اپنے زمانے کے معروف طریق املاء کے مطابق ہی لکھا گیا تھا۔

اور اس تیسرے نظریہ کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ دور صحابہؓ میں ایک بھی ایسا واقعہ بیان نہیں ہوا کہ رسم قرآنی۔ قرآن کی تلاوت یا قراءت میں کسی صعوبت یا الجھن کا باعث بنا ہو۔ یہ بات سب سے پہلے امام مالک ( ت ۱۷۹ھ ) کے زمانے میں سامنے آئی۔ جب رسم قیاسی کے اصول و قواعد مرتب ہو چکے تھے اور روزمرہ کی زندگی میں یہی ،، نیا ،، رسم قیاسی استعمال ہونے لگا تھا اور لوگ اس سے مانوس ہو چکے تھے اور ،، پرانا ،، طریق املاء اب صرف کتابتِ مصاحف تک محدود ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ عجیب اور غیر مانوس لگنے لگا تھا۔ رسم قرآنی کے معاملے میں آج کل عرب ملکوں کے تعلیمیافتہ لوگوں کو بالکل اسی قسم کی صورت حال درپیش ہے۔

۱۹۔ رسم المصحف اور رسم قیاسی کے درمیان اختلاف کی توجیہ کے بارے میں مذکورہ بالا (تین) مواقف سے ہی اس (دوسرے) سوال کے بھی مختلف جواب سامنے آتے ہیں کہ ،، کیا رسم قرآنی اور رسم قیاسی کے اس فرق و اختلاف کو برقرار رکھنا ضروری ہے ؟ ،، یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ ،، کیا کتابتِ مصاحف میں علم الرسم کے اصولوں [جو رسم مصاحف عثمانیہ پر مبنی ہیں] کی پابندی واجب ہے ؟ اور ان کی خلاف ورزی واقعی حرام ہے ؟

اس سوال کے جواب میں یعنی رسم عثمانی کے التزام یا عدم التزام کے بارے میں بھی تین مواقف سامنے آتے ہیں (۶۹)۔

- (۱) وجوب التزام یعنی پابندی لازمی ہے۔ خلاف ورزی ناجائز ہے
  - (۲) جواز عدم التزام یعنی پابندی لازمی نہیں۔ خلاف ورزی جائز ہے۔
  - (۳) وجوب عدم التزام یعنی پابندی جائز نہیں۔ خلاف ورزی لازمی ہے۔
- لہذا ہر ایک موقف کے قائلین اور ان کے دلائل کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

### پہلا موقف :

کتابتِ مصاحف میں رسم عثمانی (یا علم الرسم کے اصولوں) کے التزام کے وجوب کے قائلین میں جمہور علماء سلف و خلف شامل ہیں۔ یعنی یہ اہل علم کی اکثریت کا موقف ہے۔ اس موقف کی تائید میں امام مالکؒ ، امام احمد بن حنبلؒ ، (بلکہ بقول جعبری ائمہ اربعہ) ، تمام ائمہ رسم ( مثل الدانی وغیرہ) اور بیشتر مفسرین و محدثین ، مثل نظام الدین نیشاپوری ، البیہقی، الطحاوی ، القاضی عیاض اور عبدالرحمن المغربي وغیرہم کے اقوال و آراء پیش کئے جاتے ہیں (۷۰)۔ [ تاہم یہ سب قائلین توقیف نہیں ہیں ]۔ اور اس موقف کی تائید میں دلائل یہ پیش کئے گئے ہیں کہ :-

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (اس زمانے میں رائج) رسم کے مطابق قرآن لکھا جاتا رہا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت اسی رسم کے مطابق لکھا ہوا قرآن چھوڑا۔ گویا اس رسم کو کم از کم بھی سنت تقریری کی حیثیت تو حاصل ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کتابت قرآن سے شغف اور اس کے اہتمام کو دیکھا جائے تو یقیناً اسے واجب بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۲) عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں مصحف کی کتابت اسی طریقے پر ہوئی۔ بلکہ ایک ہی کاتب کے ہاتھوں ہوئی۔ اور مصاحف عثمانیہ ہی باجماع صحابہؓ آئندہ ہمیشہ کے لئے اور سب کے لئے کتابت مصاحف کی بنیاد قرار پائے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین ائمہ مجتہدین کا (جن کے زمانے میں رسم قیاسی موجود تھا) سب کا اس رسم پر اتفاق ثابت ہے۔ کسی سے اس کی مخالفت ثابت نہیں ہے (۱) اہل تشیع سے بھی اس کی حمایت اور تائید ثابت ہے اور وہ قاری اور کاتب ہر ایک کے لئے اس سے آگاہ ہونا ضروری گردانتے ہیں (۲)۔

(۴) یہ عہد نبویؐ کا رسم قرآن ہے۔ اس وجہ سے اسے ایک تاریخی اہمیت بلکہ تقدیس اور تکریم کا درجہ بھی حاصل ہے اور مسلمانوں پر اس کی حفاظت واجب ہے (۳)۔ اور اسی غرض کے لئے علم الرسم جیسا مہتمم بالشان علم وجود میں آیا۔

(۵) یہی رسم اس بات کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے کہ عہد نبویؐ سے لے کر آج تک قرآن کریم کی کتابت میں ایک حرف تک کا تغیر و

تبدل نہیں۔ [ہجاء کلمات کے حروف گن کر جوڑنے کا نام ہی تو ہے] بلکہ کسی نبرہ (دندانہ) تک کو بھی نہیں بدلا گیا (مثلاً بآئید، بآیکم میں) حتیٰ کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس رسم میں فنی قواعد کے لحاظ سے کوئی نقص یا کمی رہ گئی تھی۔ تو اس کی بھی اصلاح نہیں بلکہ حفاظت کی گئی ہے۔ اور نہ ہی محض اس وجہ سے کبھی قرآن غلط پڑھا گیا ہے۔

دوسرا موقف :

رسم قرآنی کے عدم التزام کے جواز کے قائلین کا موقف یہ ہے کہ کتابتِ مصاحف میں رسم عثمانی کے التزام کی بجائے املاء قیاسی یا قواعد عامہ کا اتباع اور استعمال جائز ہے۔ اس نظریہ کے حامیوں میں علامہ ابن خلدون اور قاضی ابوبکر الباقلانی کا نام لیا جاتا ہے۔ مؤخر الذکر خصوصاً اس نظریہ کے پر جوش حامی تھے (۴۳)۔ اسس موقف کے حق میں یہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں :

(۱) رسم یا املاء کی حیثیت اشارات اور علامات کی ہے لہذا جو طریق املاء بھی درست تلفظ پر دلالت کرتا ہے اسی کا اتباع صواب ہے۔

(۲) رسم عثمانی قرآن کی درست قراءت میں صعوبت اور التباس کا باعث بنتا ہے۔ تیسیر اور عدم حرج کے اصول شرعی کی بنا پر۔ جدید اور متعارف طریق املاء کو اختیار کرنا کیوں ناجائز قرار دیا جا سکتا ہے ؟

(۳) قرآن، سنت یا اجماع امت سے کتابتِ مصحف میں کسی خاص رسم کا قطعی وجوب ثابت نہیں ہے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کاتب وحی کو املاء اور ہجاء کلمات میں

کوئی خاص طریقہ اختیار کرنے کی کوئی ہدایت ثابت ہے۔  
 (۳) قرآن و حدیث میں کسی متعین رسم کی پابندی کا حکم یا  
 اس کی خلاف ورزی سے نہیں اور یا اس خلاف ورزی پر کوئی وعید  
 یا تہدید وارد نہیں ہوئی ہے۔  
 تیسرا موقف :

وجوب عدم التزام کے قائلین کا موقف یہ ہے کہ عوام الناس کے لئے  
 کتابت مصاحف میں عام املاتی قواعد کی پابندی کرنی چاہیئے اور  
 رسم عثمانی سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ رسم عثمانی کی پابندی کے  
 ساتھ لکھے جانے والے مصاحف صرف خواص اور اہل علم کے لئے  
 مختص ہونے چاہئیں (۵)۔ اس نظریہ کے قائلین میں بدر الدین  
 الزرکشی (صاحب البرہان) اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام شامل  
 ہیں۔ اور اس موقف کے صرف پہلے ”عوامی قرآن“ والے حصے کے  
 قائلین بلکہ حامیوں میں مصر کے جدید علماء میں سے الشیخ حسین  
 والی اور احمد حسن الزیات کا شمار بھی ہوتا ہے (۶)۔

اس موقف کے حق میں یہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں :-  
 (۱) رسم عثمانی کے مطابق کتابت عوام کے لئے تلاوت اور قراءت  
 قرآن میں دقت اور مشقت کا باعث بنتی ہے اور ان سے بعض دفعہ  
 سنگین غلطی کا ارتکاب ہو سکتا ہے جو الٹا باعث گناہ ہوتا ہے۔  
 (۲) تاہم رسم عثمانی کو محض یادگار سلف ہونے کی حیثیت  
 سے باقی رکھنا بھی ضروری ہے۔ ایک چیز کا یادگار ہونا اور بات ہے  
 اور روزمرہ کے استعمال میں لانا دوسری بات ہے۔ اس لئے ”رسم  
 عثمانی“ والے مصاحف صرف خواص اہل علم تک محدود رہنے  
 چاہئیں۔

اور غالباً اسی نظریہ سے متاثر ہونے اور اسی رفع التباس کی بنا پر ہی اہل مشرق (ایشیائی ممالک) میں بہت سی چیزوں میں رسم عثمانی سے بالفعل (عملاً) خلاف ورزی کا رواج ہو گیا ہے «» اور اہل مغرب (افریقہ) میں بھی رسم عثمانی کا التزام اس وجہ سے پایا جاتا ہے کہ اس کے بارے میں امام مالکؒ کا واضح قول ثابت ہے اور افریقہ اور مغرب میں زیادہ تر فقہ مالکی کا اتباع کیا جاتا ہے (۸)۔

ان دو نظریوں [جواز عدم التزام اور وجوب عدم التزام] کے قائلین کا ایک مشترکہ استدلال یہ بھی ہے کہ جزیرہ نمائے عرب میں کتابت عہد نبوی سے تھوڑا عرصہ پہلے متعارف ہوئی تھی۔ اور اس کے جاننے والوں کی تعداد بھی محدود ہی تھی۔ گویا عربی املاء نزول قرآن کے وقت اپنے عہد طفولیت میں تھی اور کتابت میں حاذق اور ماہر لوگ کم ہی تھے۔ اس لئے اس میں قواعد کے لحاظ سے یکسانیت اور پختگی ابھی نہیں آئی تھی (۹)۔ لہذا ایک مقدس اور متبرک یادگار کے طور پر اس (رسم) کی حفاظت تو ضرور ہونی چاہیئے مگر اسے معمول بہ بنانے میں کئی مفساد ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان مؤخر الذکر دو نظریوں کے حامیوں میں سے کسی نے صحابہؓ یا رسم المصحف کے خلاف کوئی ہرزہ سرائی نہیں کی۔ [جس کے مرتکب دو مصری تجدد پسند عبدالعزیز فہمی اور مؤلف „الفرقان“ ہوئے ہیں] (۸۰) بلکہ ان کا موقف اور مقصد صرف قراءت قرآن میں سہولت پیدا کرنا اور التباس اور خطا کے امکانات کو روکنا ہی معلوم ہوتا ہے۔

۲۰۔ بہر حال امت کی غالب اکثریت کتابت مصاحف میں رسم المصحف یا رسم عثمانی کی پابندی کی قائل رہی ہے۔ حتیٰ کہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جن مصاحف کے اندر رسم عثمانی کی (عموماً غیر ارادی) خلاف ورزی موجود ہوتی ہے ان کے بھی سرورق

پر،، مطابق رسم عثمانی،، لکھا ہوتا ہے (۸۱)۔ اہل مشرق میں جو رسم عثمانی کی خلاف ورزی کی زیادہ مثالیں ملتی ہیں۔ اس کی بڑی وجہ نقل صحیح کا التزام کرنے کی بجائے حافظہ اور قیاس سے کام لینا ہے۔ پیشہ ورانہ عجلت بھی اس کا باعث بنتی ہے اور بڑا سبب کتابت مصاحف کی کم علمی اور کتابت کی ماہرانہ نگرانی اور پڑتال کا فقدان ہے۔ مصاحف کے مصححین حضرات بھی رسم کی اغلاط سے یا تو خود بھی بے خبر ہوتے ہیں یا رسم کی بجائے حرکات کی اغلاط پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ نظریاتی حد تک لوگ ہمیشہ رسم عثمانی کے التزام کے قائل رہے ہیں۔ بلکہ محتاط کاتب نقل صحیح کی پابندی بھی کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ منقول عنہ نسخہ میں ہی اغلاط موجود ہوں (۸۲)۔

دور طباعت میں جب رسم عثمانی کی (عملی) مخالفت کی مثالیں بکثرت سامنے آنے لگیں (قلمی دور میں ان کا دائرہ محدود تھا) تو اہل علم میں اس کے تدارک کا داعیہ پیدا ہوا جس کے نتیجے میں علم الرسم کے قواعد کی پابندی پر مبنی بعض مصاحف تیار ہوئے (۸۳) جن میں مصری، شامی، سعودی، تونسوی اور لیبی مصاحف قابل ذکر ہیں۔ تجدد پسندوں کی انتہا پسندی کے خلاف ردعمل کے طور پر بھی رسم عثمانی کے حق میں داعیہ کی تجدید کا عمل شروع ہو گیا ہے۔

جہاں تک رسم عثمانی کی وجہ سے قراءت میں التباس والے اعتراض کا تعلق ہے تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ علم الضبط کے ذریعے اس مشکل پر مکمل قابو پا لیا گیا ہے۔ اور یوں بھی قرآن کریم کی تعلیم صرف کتابت پر کبھی منحصر نہیں رہی۔ اس کے لئے عہد نبوی سے جاری۔ تلقی و سماع کے طریقے پر استاد یا شیخ سے شفوی طور پر (زبانی) تلفظ اور اداء کا سیکھنا ناگزیر ہے۔ بلکہ اس طریقے

کے بغیر تو آپ کسی بھی زبان کا پڑھنا یا بولنا نہیں سیکھ سکتے۔  
 عرب ممالک کے خواندہ لوگوں کے لئے رسم الخط کی ثنویت  
 (روزمرہ میں رسم قیاسی اور تلاوت میں رسم عثمانی سے واسطہ  
 پڑنا) التباس اور صعوبت کا باعث بنتی ہے۔ ورنہ دنیا میں لاکھوں  
 (بلکہ شاید) کروڑوں ایسے مسلمان ہیں جو اسی رسم عثمانی کے  
 مطابق (بیشتر مطابقت ہی ہوتی ہے) لکھے ہوئے مصاحف سے اپنے  
 علاقے میں رائج علامات ضبط کی بنا پر ہمیشہ درست تلاوت کرتے  
 ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس معاملے میں ”عوام“ کا نام تو محض  
 ایک ”نعرہ“ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ورنہ ضرورت تو پڑھے  
 لکھے عربی دانوں کو رسم قرآن سے شناسا کرنے کی ہے رسم قرآنی کو  
 ترک کرنا اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ بلکہ اس کے مفاسد بہت  
 زیادہ ہیں (۸۳)۔ جب کہ رسم عثمانی کے التزام میں متعدد علمی اور  
 دینی فوائد کا امکان غالب ہے (۸۵)۔

۲۱۔ البتہ رسم عثمانی کے بارے میں یہ بات واضح کرنا ضروری  
 ہے کہ اس کی بنیاد روایت پر ہے اور روایت میں اختلاف کا پیدا ہونا  
 ایک طرح سے ناگزیر ہے۔ یہاں بھی اختلاف روایات موجود ہے۔ خود  
 مصاحف عثمانیہ یا مصاحف امصار کے اندر طریق ہجاء اور املاء کے  
 اختلافات سے علم الرسم کی کتابوں میں بحث کی جاتی ہے اور کتب  
 رسم میں ایک اختلاف بیان کر کے عموماً ساتھ یہ بھی لکھ دیا جاتا  
 ہے کہ اب ہمارے ہاں فلاں صورت پر عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً المارغنی  
 نے لکھا ہے کہ اس کی شرح مورد کی بنیاد ”بیان ماجری بہ العمل  
 فی قطرنا التونسی“ (اہل تونس کے معمول بہ قواعد کا بیان) ہے۔  
 اسی طرح علی محمد الضباع نے اکثر جگہ اختلاف روایت بیان کر کے  
 ساتھ اس قسم کے فقرے لکھے ہیں کہ ”جری علیہ المغاربة“ (اہل  
 مغرب کا عمل اس پر ہے) یا مثلاً ”علیہ جری عملنا“ (ہمارا عمل

اس پر ہے ) یا مثلاً ،، وعلیہ العمل ،، ( اور عمل اس پر ہے ) (۸۶) وغیرہ۔  
 پھر علماء رسم میں کسی اختلاف کی صورت میں ترجیح راجح  
 کے اصول بھی بعض دفعہ مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً مصری ، سعودی اور  
 شامی علماء الدانی کے مقابلے پر (بصورت اختلاف) اس کے شاگرد  
 ابوداؤد کے قول کو ترجیح دیتے ہیں [مصری، شامی اور سعودی  
 مصاحف اسی اصول پر تیار ہوئے ہیں]۔ مگر لبیا والی ابوداؤد کے  
 مقابلے پر الدانی کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ  
 لبیا سے حال ہی میں شائع ہونے والی ،، مصحف الجماہیریہ ،، میں کم  
 و بیش ۱۳۶ مقامات پر الدانی کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے مصری یا  
 سعودی مصحف کی (رسم میں ) مخالفت کی گئی ہے (۸۷)۔ اس  
 مخالفت سے قراءت یا تلفظ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۲۲۔ پاکستان میں حکومت اور ناشرین قرآن۔ دونوں ہی رسم  
 قرآنی یا رسم عثمانی کی حقیقت اور اس کے تقاضوں سے بے خبر  
 ہیں۔ سعودی علماء علم الضبط اور علم الرسم میں فرق ہی نہیں کر  
 سکے۔ اور وہ اپنے یا عرب ملکوں کے ضبط کو وحی کا درجہ دیتے ہیں۔  
 اور اس کے مخالف ضبط والی مصاحف کا اپنی مملکت میں داخلہ  
 بند کر دیا ہے اور عوام کے لئے تلاوت قرآن جیسے کام میں رکاوٹیں اور  
 مشکلات پیدا کر دی ہیں۔

ان تمام امور کو سامنے رکھتے ہوئے ضرورت اس امر کی محسوس  
 ہوتی ہے کہ پاکستان میں اہل علم کا ایک بورڈ۔ [ضروری نہیں کہ  
 وہ منظور شدہ سرکاری ،، علماء ،، ہوں]۔ علم الرسم کی روشنی میں  
 متفق علیہ کلمات کی ایک فہرست تیار کرے۔ اور پھر مختلف فیہ  
 کلمات کی ایک پوری فہرست بنائی جائے۔ خصوصاً جن کا تعلق  
 کوفی مصحف یا قراءت حفص سے ہو۔ کیونکہ اس علاقے میں یہی  
 رائج ہیں۔ اور اگر باقی تمام مصاحف پر مبنی اور رائج رسماً مختلف

فیہ کلمات کی فہرست بھی بن جائے تو یہ ایک مزید علمی خدمت ہوگی۔ اس طرح تمام مختلف فیہ کلمات کی بھی ایک جامع فہرست بن جائے جس میں اختلاف کی تمام مروی صورتیں جمع کر دی جائیں۔ اس کے بعد کتابت مصاحف کی نگرانی کا ایسا بندوبست کر دیا جائے کہ کم از کم متفق علیہ امور کی خلاف ورزی ہرگز نہ ہونے پائے۔ اور مختلف فیہ کلمات کی مروی دو یا تین صورتوں میں سے ہی کسی ایک صورت کا اختیار کرنا لازمی ہو۔ اور اس میں چاہے اپنے علاقے کے مصحف (یعنی کوفی) کے رسم کو ترجیح دی جائے۔ بہر حال بیان کردہ اور مروی مختلف فیہ صورتوں سے باہر کوئی صورت اختیار نہ کی جائے۔

اگر حکومت پاکستان کو خدا یہ توفیق دے (ویسے یہ اس کی دستوری ذمہ داری بھی ہے) کہ وہ ان اصولوں کے مطابق رسم عثمانی کے التزام پر مبنی ایک نسخہ قرآن (کا مسودہ) تیار کرانے یا بطور نمونہ ہی محدود تعداد میں شائع کر دے۔ اس کے بعد تمام ناشرین کو رسم کی حد تک اسی کے اتباع کا پابند کر دے (۸۸)۔ البتہ اس کے لئے ضبط کی علامات وہی اختیار کی جائیں جو برصغیر میں عام طور پر رائج ہیں۔ ہاں اگر کہیں اس سے بہتر علامت ضبط ملے تو اسے بھی اختیار کر لینا چاہیئے۔ یا ضرورتاً کوئی نئی علامات ضبط ایجاد بھی کی جا سکتی ہیں۔ تاہم عملاً اس کی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ ہمارا نظام ضبط عرب ملکوں میں رائج ضبط سے زیادہ ترقی یافتہ بھی ہے اور ہمارے لوگوں کے لئے موزوں اور مانوس بھی ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو یہ قرآن کریم کی ایک بہت بڑی خدمت ہوگی ویسے بھی اپنے اسلامی تشخص کی بناء پر پاکستان کا اس معاملے میں اپنے برادر اسلامی ملکوں سے پیچھے رہ جانا کوئی عزت کی بات نہیں ہے۔

## حوالے اور حواشی

- ۱- لیبب ص ۲۳
- ۲- یوسف علی (مقدمہ) ص ۹
- ۳- مصحف (مثالث المیم) کے معنی ہیں جامع الصحف - اس اصطلاح کے اندر تدوین و جمع قرآن کی پوری داستان جھلکتی نظر آتی ہے [مصحف اور مصحف کے معنی اور ان کے باہمی تعلق کی مزید وضاحت کے لئے دیکھئے Denffer ص ۲۳ اور دلیل ص ۱۶]۔ عہد خلافت راشدہ - خصوصاً عہد عثمانی سے لفظ „مصحف“ نسخہ قرآن کے معنی میں استعمال ہوتا چلا آیا ہے اس کی جمع „مصحاف“ ہے۔ جہاں „نسخہ“ قرآن کے معنی میں استعمال لئے یہی لفظ (مصحاف) استعمال کرنا چاہیئے۔ قرآن کی جمع „قرآنوں“ یا „قرآن ہا“ یا „Qurans“ کا استعمال درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرآن متعدد نہیں بلکہ ایک ہی ہے۔
- ۴- دلیل ص ۲۰، سمیر ص ۲۷، غانم ص ۱۵۵
- ۵- „املاء“ بھی عربی لفظ ہے اور اس کے معنی „لکھوانا“ یا (Dictation) کے ہیں۔ تاہم اردو فارسی میں یہ لفظ انگریزی Spelling کے مترادف ہے۔ عربی میں اس مقصد کے لئے لفظ „ہجاء“ استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ عربی میں اسی لفظ کے کچھ اور معنی بھی ہیں۔
- ۶- مذکورہ الفاظ میں سے „الکتابۃ، الخط، الزبر، السطر اور الرقم“ سے افعال اور مشتقات قرآن کریم میں مستعمل ہوتے ہیں۔
- ۷- مقدمہ ج ۱ ص ۸۳
- ۸- قلقشندی ج ۳ ص ۱۷۲
- ۹- حضرت عثمانؓ نے خود کوئی مصحف نہیں لکھا تھا۔ یہ مصحف (عثمانیہ) ان کے حکم سے تیار کرائے گئے تھے۔ اس لئے ان کے طریق املاء کے لئے „رسم عثمانی“ کی اصطلاح وجود میں آئی۔ جن لوگوں کو بوجہ یہ اصطلاح پسند نہیں وہ رسم مصحف یا رسم قرآنی وغیرہ کہہ لیتے ہیں۔ مراد سب کی ایک ہی ہے یعنی „علم الرسم“۔
- ۱۰- تلخیص ص ۵
- ۱۱- المیسر (مقدمہ) ص اول
- ۱۲- دلیل ص ۲۰، سمیر ص ۳۰
- ۱۳- تجزیہ روایات کے لئے دیکھئے البری ص ۳۳ - ۳۵ اور غانم ص ۱۲۶
- ۱۴- نیز دیکھئے Denffer ص ۵۳ - ۵۵، جہاں مراحل جمع قرآن کی ترتیب زمانی کو ایک سادہ مگر عمدہ چارٹ کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔
- ۱۵- دلیل ص ۱۵ - ۱۶
- ۱۶- البری ص ۳۵، بعد، دلیل ص ۱۸
- ۱۷- البری ص ۳۷
- ۱۸- دلیل ص ۱۹
- ۱۹- سمیر ص ۱۷

- ۲۰ - تفصیل کے لئے دیکھنے غانم ص ۱۹۸ اور ص ۳۰ <
- ۲۱ - نخبہ ص ۲۳
- ۲۲ - یہی کتاب (نخبہ) ص ۵۸ - ۵۷
- ۲۳ - ابن درستویہ (ت ۳۳۶ھ) نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے لوگوں نے اپنی اپنی رائے کے مطابق اصول املاء وضع کئے جن میں بہت سے غلط بھی ہیں۔ اور یہ کہ اس نے اپنی کتاب کو قیاس نحوی سے زیادہ قریب کرنے کی کوشش کی ہے۔ دیکھنے ابن درستویہ ص ۶
- ۲۴ - ابن الندیم نے اس قسم کی کتابوں میں سے بعض کا ذکر کیا ہے مثلاً ابو حاتم سجستانی کی کتاب الخط والہجاء (الفہرست ص ۸۸) ابن درستویہ کی کتاب المتمم ، اور کتاب الہجاء (الفہرست ص ۹۳ - ۹۵) اور الکسانی کی کتاب الہجاء (الفہرست ص ۹۸) وغیرہ اس قسم کی مزید کتابوں کے ذکر کے لئے دیکھنے غانم ص ۳۱ < بعد -
- ۲۵ - غانم ص ۱۹۸
- ۲۶ - اس زمانے تک پیشہ ورانہ اور فنی خطاطی کی طرف بھی پیش رفت شروع ہو گئی تھی۔ تاہم میں سے ابو حکیمہ، مظہر اور مالک بن دینار کی عمدہ خطاطی اور (پیشگی طے کئے بغیر) اجرت پر مصاحف لکھنے کا ذکر ملتا ہے۔ دیکھنے المصاحف ص ۱۳۰ - ۱۳۲ء۔
- ۲۷ - الکردی ص ۱۳۳
- ۲۸ - یہ واقعہ علم الرسم کی قریباً تمام کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے مثلاً دیکھنے المقنع ص ۹ ، الکردی ص ۱۰۳ - ۱۰۴ ، دلیل ص ۲۳ - ۲۴ ، غانم ص ۱۹۹ اور سمیر ص ۱۸
- ۲۹ - الخلیفہ ص ۲ ، دلیل ص ۳۹ ، سمیر ص ۲۷
- ۳۰ - اور اس زمانے میں لوگ خصوصاً اہل علم تعلیمی اور دینی و علمی اغراض کے لئے حرمین میں فی الواقع طویل قیام کیا کرتے تھے۔ نہ تو آج کل کی طرح چالیس دن کے اندر حرمین سے نکل جانے کی پابندی تھی۔ اور نہ ہی وہ لوگ خریداری (Shopping) کے دلدادہ ہوتے تھے۔ اس قسم کے املائی اختلافات کی مزید یکجا امثلہ کے لئے دیکھنے الفرقان ص ۶۳ ، الکردی ص ۱۲۸-۱۳۱ ، اور المیسر (مقدمہ) ص ۷۷ ، ۷۸ ، ۷۹ اور ویسے تو علم الرسم کی ہر کتاب اسی قسم کے اختلافات کے بیان سے بھری پڑی ہے۔
- ۳۱ - اور اس کی بڑی وجہ غالباً اس بارے میں امام مالکؒ کا مشہور فتویٰ بھی تھا۔ افریقہ اور اندلس میں زیادہ تر فقہ مالکی ہی رائج ہوئی اور شمالی افریقہ کے ملکوں میں اب تک غالب اکثریت اسی مذہب (فقہ) کی پیروی ہے۔
- ۳۲ - تفصیل کیلئے دیکھنے نامہ آستان ص ۱۵ - ۱۹
- ۳۳ - ابن الندیم کے مذکورہ بالا حوالوں کے لئے دیکھنے الفہرست ص ۵۳ ، ص ۵۵ اور ص ۸۷
- ۳۴ - المقنع ص ۲۲ ، ص ۲۳
- ۳۵ - غانم ص ۱۷۲ - ۱۷۳
- ۳۶ - دیکھنے المورد ص ۲۷۱ تا ۳۱۶
- ۳۷ - الفہرست ص ۸۷ ، ۹۸ ، ۱۰۰ اور ۱۱۲
- ۳۸ - دلیل ص ۲۵ - ۲۶ ، غانم ص ۱۷۳

- ۳۰۔ غانم ص ۱۵۶ جس میں لکھا ہے کہ „ویظہر فیہ نزوع شدید الی استخدام مادة (رسم) للدلالة۔  
خاصة علی خط القرآن“۔
- ۳۱۔ یہ کتاب غالباً طبع ہو چکی ہے اگرچہ اشارہ واضح نہیں ہے۔ دیکھنے المورد ص ۳۱۳۔
- ۳۲۔ دیکھنے ان مصاحف کے ضمیمہ ہائے „التعریف“۔ مصری مصحف ص ۱۱ د۔ سعودی مصحف ص ۱۱ ا۔ اور لیبی مصحف ص ۱۱ ج۔ اور ۱۱ و۔
- ۳۳۔ غانم ص ۲۸۸ اور ص ۱۶۹۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کے مخطوطہ میں کنیت „ابن الطاهر“ اور باپ کا نام طاهر کی بجائے „ظافر“ لکھا ہے اور کتاب کا نام „فی مرسوم خط المصنف مرتباً علی سور القرآن الکریم“ دیا گیا ہے۔ مقالہ نگار نے اسی مخطوطہ سے استفادہ کیا ہے۔
- ۳۴۔ البرہان ج ۱ ص ۳۸۰۔ ۳۳۰۔ نیز اس پر تنقید کے لئے دیکھنے صبحی ص ۲۷۷ اور المیسر (مقدمہ) ص ۱۱ ی۔ و ۱۱ ل۔ اور اس کی بعض تعلیلات پر تبصرہ کے لئے دیکھنے الکردی ص ۱۵۳۔ ۱۵۶۔
- ۳۵۔ دیکھنے المورد ص ۳۱۳۔ ۳۳۲۔
- ۳۶۔ ان چار مخطوطات میں سے نمبر ۲ (جامع الکلام....) کا ذکر غانم قدوری نے اپنی کتابیات میں کیا ہے (غانم ص ۸۹)۔ باقی کا ذکر مجلہ المورد العدد العاشر ۱۹۸۱ء میں شائع ہونے والے ابتمام مرہون الصفار کے ایک تحقیقی مضمون بعنوان „معجم الدراسات القرآنیۃ المطبوعہ والمخطوطہ“ میں آیا ہے۔
- ۳۷۔ تفصیل کے لئے دیکھنے غانم ص ۱۸۳۔ ۱۸۵۔
- ۳۸۔ زرکلی نے اس کا نام „خميلة ارباب المقاصد“ لکھا ہے (زرکلی ج ۱ ص ۳۹) اور غانم قدوری نے اپنی کتابیات میں اس مخطوطہ کا نام خمیلہ (جمیلہ) دونوں طرح لکھا ہے۔ علم الرسم میں الجعبری کے اپنے قصیدہ لامیہ „روضة الطرائف“ کا الگ ذکر اوپر پیرا گراف ۱۲ میں نمبر ۱۰ پر ہو چکا ہے۔
- ۳۹۔ غانم ص ۱۶۸۔
- ۵۰۔ ذرا دیکھنے ابن درستویہ ص ۹ تا ۹۔ (فہرست مندرجات) اسی سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ قواعد خمسہ ہی وہاں بھی موجود ہیں۔
- ۵۱۔ ان مؤلفین اور ان کی کتب کا تعارف مقالہ ہذا کے پیرا گراف نمبر ۱۱ اور نمبر ۱۲ میں کرایا جا چکا ہے۔
- ۵۲۔ العقیلی ورق ۵ / الف
- ۵۳۔ ان کتابوں کا اجمالی ذکر اسی مقالہ کے پیرا گراف نمبر ۱۲ میں گزر چکا ہے۔ ارکائی اور العقیلی کی کتاب (مخطوطے کا فوٹو سٹیٹ) مقالہ نگار کے پاس موجود ہیں۔ باقی کتابوں کے بارے میں غانم قدوری کے بیان پر اعتماد کیا گیا ہے دیکھنے غانم ص ۱۸۶۔
- ۵۴۔ مزید وضاحت کے لئے دیکھنے غانم ص ۳۳۔ ۳۵۔
- ۵۵۔ سمیر ص ۲۳۔ ۲۵، الزرقانی ص ۲۷۰ و ص ۲۷۵، الکردی ص ۱۹۳ اور خصوصاً ص ۲۲۵۔ ۲۲۷۔ ان میں سے اکثر نے صاحب الابریز شیخ عبدالعزیز الدباغ کا ایک اقتباس بھی نقل کیا ہے۔
- ۵۶۔ نمونہ کے لئے دیکھنے البرہان ص ۳۸۰۔ ۳۸۱۔
- ۵۷۔ الکردی ص ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ خصوصاً الکردی کے ایک سوال کے جواب میں حبیب اللہ شنیطی

مرحوم کا خط جو مؤلف نے پورا شائع کر دیا ہے۔ نیز مؤلف نے نظریۂ توقیف کے ناقابل قبول ہونے پر نہایت عمدہ دلائل دئے ہیں۔ طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم یہ پوری بحث مقالہ میں لے آتے۔ جو الکردی ص ۹۸ - ۲۰۱ پر دیکھی جا سکتی ہے۔

۵۸۔ ہم نے یہاں ابن خلدون کی رائے کی صرف تلخیص پیش کی ہے۔ مکمل بحث مقدمہ ص ۲۴۔

پر دیکھی جا سکتی ہے۔

۵۹۔ اس کی ایک مثال سمیر ص ۲۱ پر ملتی ہے جہاں مؤلف نے ابن خلدون کا ادھورا اقتباس دے

کر اس کے نظریہ کو „ افراط “ اور صحابہ کی شان کے منافی قرار دیا ہے۔

۶۰۔ الفرقان ص ۵۳ تا ص ۹۱۔ نیز دیکھئے غانم ص ۲۱۲، جہاں اس کتاب کا پورا قصہ لکھا ہے۔

۶۱۔ اس کی ایک مثال مصری مؤلف عبدالجلیل عیسیٰ ہیں۔ جنہوں نے ابن خلدون کو داد دی ہے

دیکھئے المیسر (مقدمہ) ص ۷۷، تا ۷۸۔

۶۲۔ یہ فہمی صاحب، مصطفیٰ کمال کی طرح، عربی کو بھی بحروف لاطینی لکھنے کے پرجوش

حامی تھے اس کے لئے اس نے ایک کتاب „ الحروف اللاتینیہ لکتابۃ العربیۃ (قاہرہ ۱۹۳۳ء)“

لکھی جس میں اس نے رسم المصحف کو سخیف (احمقانہ) لکھا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے

غانم ص ۲۱۲۔

۶۳۔ اردو میں غالباً اب تک اس موضوع پر بھی کوئی قابل ذکر تحقیقی کام (یا کسی ایسے کام کا

ترجمہ تک) نہیں ہوا ہے۔ انگریزی (اور بعض دوسری یورپی زبانوں میں بھی) اور عربی

میں اس پر اچھا مواد دستیاب ہے مثلاً صلاح الدین المنجد، سہیلہ الجبوری، نبیہ عبود،

صفدی، ماری شمل، اور غانم قدوری کی تالیفات قابل ذکر ہیں۔

۶۴۔ نامی ص ۷، عبود ص ۲، ۳، ۱۳، ذنون ص ۷، بعد اور نقشبندی ص ۲۰۳ بعد

المنجد ص ۱۹ اور المورد ص ۳۹ - ۴۱

۶۵۔ اس کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے ہمارے ہاں انگریزی کے دو ہجاء، برطانوی اور امریکی

رائج ہیں۔ بلکہ اردو کے بھی دو ہجاء چلتے ہیں ایک عام معروف ہجاء اور دوسرا انجمن ترقی

اردو کا سرکاری ہجاء۔

۶۶۔ دیکھئے مقالہ ہذا کا حاشیہ نمبر ۲۳

۶۸۔ رسم قیاسی کی اتنی ترقی اور استحکام کے باوجود املاء کے بعض طریقوں میں رسم قیاسی کے

مقابلے پر آج بھی رسم قرآنی زیادہ علمی اور زیادہ سائنٹفک ہے مثلاً „اشرلہ“ کے قرآنی رسم

کے مقابلے پر رسم قیاسی کا „اشرہ“ علمی اعتبار سے یقیناً ناقص ہے مزید مثالوں کے لئے

دیکھئے مقالہ ہذا کا پیراگراف نمبر ۹ کے آخر پر دی گئی فہرست کلمات۔

۶۹۔ القاضی ص ۹۹ بعد، الخلیفہ ص ۲ اور مجلۃ الکلیہ ص ۳۳۲ بعد۔

۷۰۔ سمیر ص ۱۸ - ۲۰، مجلۃ الکلیہ ص ۳۳۲، الزرقانی ص ۳۷۲

۷۱۔ القاضی ص ۸۳

۷۲۔ نامۂ آستان ص ۱۵، تجوید القرآن ص ۷

۷۳۔ یہ „حفاظت ورثہ“ والی بات جذباتی ہی نہیں اپنے اندر ایک تہذیبی بلکہ قانونی اہمیت بھی

رکھتی ہے۔ برسیل تذکرہ مصر کے ایک ناشر کے خلاف رسم قیاسی کے ساتھ لکھا ہوا ایک

مصحف چھاپنے پر مقدمہ چلا۔ عدالت نے ناشر کے خلاف فیصلہ دیا اور نسخہ کی ضبطی کا

حکم جاری کیا۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں ایک „نقطہ توجہ“ یہ لکھا کہ „آثار سلف کی

حفاظت ترقی یافتہ اقوام کا فریضہ اولین ہے۔ ” یہی وجہ ہے کہ انگریز شکسپیئر ( یا دوسرے قدیم شعرا مثل چوسر وغیرہ) کا کلام ان ہی کے زمانے کے ہجاء وغیرہ کے ساتھ چھاپنا ضروری خیال کرتے ہیں اور وہ کسی طابع یا ناشر کو اس کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں دیتے۔ حالانکہ تین چار سو سال میں انگریزی زبان بدل کر کچھ سے کچھ ہو چکی ہے۔ تو پھر قرآن کے بارے میں یہ اجازت کیسے دی جا سکتی ہے؟ واقعہ کی اصل روایت کے لئے دیکھئے القاضی ص ۸۶-۸۷۔

- ۳۲- الزرقانی ص ۳۴۳-۳۴۴۔ جہاں الانتصار للباقلانی کا ایک طویل اقتباس بھی دیا گیا ہے۔
- ۳۵- القاضی ص ۷۹-۸۰، مجلة الکلیہ ص ۳۳۸۔ قریباً یہی بات امام مالک نے کہی تھی کہ بچوں کی تعلیم کے لئے رسم عثمانی سے ہٹ کر لکھنا جائز ہے ( دیکھئے دلیل ص ۲۲)
- ۳۶- القاضی ص ۸۲-۸۳۔
- ۳۷- القاضی ص ۸۰ (بحوالہ التبیان)، الکردی ص ۱۹۷-۱۹۸،
- ۳۸- افریقی ممالک میں بچہ جتنا حصہ قرآن پڑھتا ہے وہ تختی پر نقل کر کے استاد کو دکھاتا بھی ہے۔ بلکہ اس مقصد کے لئے وہاں حروف سے بھی پہلے مکمل کلمات کا لکھنا سکھایا جاتا ہے۔ اس چیز سے وہاں مصحف کی نقل صحیح اور رسم عثمانی کی حفاظت کی روایت قائم ہو گئی ہے۔ جسے بوجہ اہل مشرق برقرار نہیں رکھ سکے۔
- ۳۹- القاضی ص ۸۱۔ ہم اس پر ابھی پیراگراف ۱۸ کے آخر پر تنقید اور تبصرہ کر چکے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ دوبارہ اسے بھی مستحضر کر لیا جائے۔
- ۴۰- ان دونوں کے متعلق بھی پیراگراف ۱۸ میں دو دوسرا نظریہ ” کے تحت بات ہو چکی۔ نیز دیکھئے حاشیہ نمبر ۶۰ مقالہ ہذا۔
- ۴۱- مثلاً راقم الحروف کے پاس بمبئی سے مطبوعہ دومصحف ( ایک ۱۲۸۹ھ کا اور دوسرا ۱۳۰۳ھ کا ) ایسے موجود ہیں جن پر صرف رسم عثمانی نہیں بلکہ دو مصحف سیدنا عثمان ” کے رسم سے موافقت کا خصوصی ذکر ہے۔ مگر وہ رسم کی اغلاط سے یکسر میرا نہیں ہیں۔
- ۴۲- راقم الحروف نے ایک دفعہ پیر عبدالحمید مرحوم سے ( جو تاج کمپنی کے مشہور کاتب مصاحف تھے ) یہ پوچھا کہ ” آپ کتابت مصحف میں رسم عثمانی کا التزام کس طرح کرتے ہیں؟ ” انہوں نے رسم عثمانی سے یکسر بے خبری کا اظہار کیا۔ میرے دوبارہ سوال پر کہ ” پھر آپ کے پاس کلمات قرآن کی ٹھیک املاء اور درست ہجاء کا کیا معیار ہے؟ ” تو انہوں نے بتایا کہ ” میں اور کچھ نہیں جانتا صرف انجمن حمایت اسلام کا مطبوعہ نسخہ قرآن سامنے رکھ کر ٹھیک ٹھیک نقل کی کوشش کرتا ہوں۔ ” انجمن کا یہ نسخہ اپنی صحت کی بجا شہرت رکھتا ہے اگرچہ رسم کے نقطہ نظر سے وہ بھی اغلاط سے خالی نہیں ہے۔
- اس کے مقابلے پر راقم الحروف ہی کے پاس ضلع جھنگ کے ایک صاحب علم کاتب کا لکھا ہوا ایک خاندانی قلمی مصحف ایسا بھی ہے جس میں کاتب خاص خاص جگہوں پر بین السطور یا حاشیہ میں ” بحذف الف ” یا ” بزیادة الواو ” وغیرہ کا نوٹ دے کر بعض دفعہ ساتھ کسی اہم کتاب الرسم مثلاً ” العقیلة ” کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔
- ۴۳- اس قسم کے مصاحف کی تیاری کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لئے دیکھئے القاضی ۹۱۔
- ۹۳، غانم ص ۶۰۱-۶۰۹۔
- ۴۴- مزید وضاحت کے لئے دیکھئے الزرقانی ص ۳۹۰ ببعد۔

- ۸۵- تفصیل کے لئے دیکھئے سمیر ص ۲۲- ۲۳ ، القاضی ص ۸۶- ۸۷ ، اور الزرقانی ص ۳۶۶ بعد
- ۸۶- دیکھئے دلیل ص ۵ ، اور سمیر ص ۳۶ ، ۴۰ ، ۵۰ ، ۷۷ اور ۷۸ وغیرہ متعدد مقامات پر ۔
- ۸۷- دیکھئے مقالہ هذا کا حاشیہ نمبر ۴۲ ۔
- ۸۸- الازھر کی مجلس فتویٰ کی طرف سے ۱۳۵۵ھ میں (بذریعہ مجلۃ الازھر) یہ فتویٰ جاری ہوا تھا کہ رسم عثمانی کی پابندی کے بغیر قرآن کریم کی طباعت ناجائز ہے ۔ اس کے بعد سے طباعت مصاحف میں اس التزام کے بارے میں ایک تحریک سی پیدا ہو گئی ہے ۔ مگر جدید اور قیاسی املاء کے عادی خواندہ لوگوں کے لئے رسم قرآنی میں کیسے سہولت پیدا کی جائے ؟ اس سوال کا ایک جواب تو دقت نظر سے اختیار کردہ علامات ضبط کا نظام ہے ۔ دوسرا علاج اس کا الازھر والوں نے ۱۳۶۸ھ میں ایک دوسرے فتویٰ کی صورت میں دیا جس کی روسے یہ جائز قرار دیا گیا کہ اصل متن تو رسم عثمانی کے مطابق ہی رہے مگر نیچے ذیل (فٹ نوٹ) کے طور پر ،، مشکل ،، کلمات کو جدید املاء یا رسم معتاد کی شکل میں الگ بھی لکھ دیا جائے ۔ چنانچہ عبدالجلیل عیسیٰ کے حاشیہ کے ساتھ ،، المصحف المیسر ،، اسی اصول پر علماء الازھر کی نگرانی میں تیار ہو کر شائع ہوا تھا ۔ یہ بھی اس مسئلہ کا ایک عمدہ حل ہے ۔ تاہم غالباً پاکستان میں اس کی ضرورت نہیں ۔ یہ پڑھے لکھے عربوں کے مسئلہ کا حل ہے ۔ ہمارے ہاں رسم عثمانی کا مکمل التزام درکار ہے ۔ اور اس کے پڑھنے کے لئے ہمارا نظام ضبط اور استاد کی تعلیم کافی ہے ۔

## ،، مفتاح المراجع ،،

- مقالہ کی تیاری میں جن کتب اور مجلات وغیرہ سے مدد لی گئی ہے ۔ تکرار میں طوالت سے بچنے کے لئے ان کے حوالے اختصار کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں ۔ ذیل میں ان تمام حوالوں کی ،،مفتاح،، ابجدی ترتیب کے ساتھ پیش کی جاتی ہے ۔ اس میں بیان کتابیات کے روایتی طریقے پر ہر ایک حوالے کے متعلق ضروری معلومات شامل ہیں ۔
- ۱- البرہان : امام بدر الدین الزرکشی ۔ البرہان فی علوم القرآن ۔ عیسیٰ البابی ۔ القاہرہ ۔ ۱۹۵۷ء ۔
  - ۲- البری : عبداللہ خورشید البری ۔ القرآن وعلومہ فی مصر ۔ دار المعارف القاہرہ ، ۱۹۶۹ء ۔
  - ۳- تجوید القرآن : علی بن محمد الحسینی کا رسالہ تجوید القرآن بزبان فارسی ۔ یہ رسالہ ایک ایرانی مصحف مترجم بترجمہ آقائی معزی کے ساتھ شامل ہے جسے کتابفروشی اسلامیہ ۔ تہران نے ۱۳۷۷ھ میں شائع کیا تھا ۔
  - ۴- تلخیص : علی بن عثمان ابن القاصح ۔ تلخیص الفوائد وتقريب المتباعد (شرح العقیلة للشاطبی) مصطفیٰ البابی ۔ القاہرہ ، ۱۳۶۸ھ ۔

- ۵ - الخلیفہ : دکتور یوسف الخلیفہ ابوبکر السودانی کا مقالہ ،، الرسم القرآنی وصعوبات التعليم الناتجة عنه ،، جو سعودی عرب کے اخبار ،، المدينة المنورة ،، کی اشاعت ۱۲ شوال ۱۳۰۱ ھ میں شائع ہوا تھا -
- ۶ - ابن درستویہ : عبد اللہ بن جعفر الشہیر بابن درستویہ - کتاب الکتاب . مطبعہ کاثولیکیہ - بیروت ، ۱۹۲۷ء .
- ۷ - دلیل : ابراہیم بن احمد المارغنی - دلیل الحیران شرح مورد الظمان - مکتبہ الکلیات الازہریہ - القاہرہ - ت - ( سنہ ندارد ) .
- ۸ - ذنون : یوسف ذنون الموصلی کا مقالہ ،، قدیم و جدید فی اصل الخط العربی وتطوره فی عصوره المختلفہ ،، جو عراق کے مجلہ ،، المورد ،، العدد الرابع ۱۳۰۷ ھ میں شائع ہوا -
- ۹ - الزرقانی : عبدالمظیم الزرقانی ، مناهل العرفان فی علوم القرآن - عیسی البابی ، القاہرہ ، ۱۳۷۲ ھ .
- ۱۰ - الزرکلی : خیر الدین الزرکلی ، الاعلام - الطبقة الثالثة - بیروت ، ب - ت ( سنہ ندارد ) .
- ۱۱ - سعودی مصحف : سعودی حکومت کا شائع کردہ ،، مصحف المدينة النبویہ ،، ۱۳۰۶ ھ
- ۱۲ - سمیر : علی محمد الضباع ، سمیر الطالبین فی رسم وضبط الکتاب المبین ، مکتبہ ومطبعة المشهد الحسینی - القاہرہ - ب - ت ( سنہ ندارد ) .
- ۱۳ - صبحی : دکتور صبحی صالح ، مباحث فی علوم القرآن ، دار العلم للملایین - بیروت ، ۱۹۶۳ء .
- ۱۴ - عبود : انگریزی مراجع میں Abbot Nabia دیکھئے -
- ۱۵ - العقیلی : ابن الطاهر اسماعیل بن ظافر العقیلی -،، فی مرسوم خط المصاحف ،، ادارہ تحقیقات اسلامی کا مخطوطہ [مقالہ کا پیراگراف ۱۲ (۶) اور حاشیہ ۳۳ بھی ملاحظہ فرما لیجئے] -
- ۱۶ - غانم : غانم قدوری الحمد ، رسم المصحف ، دراسة لغوية تاريخية - بغداد ، ۱۳۰۲ ھ یہ کتاب عراق کی ہجرہ کمیٹی نے شائع کی ہے -
- ۱۷ - الفرقان : محمد محمد عبد اللطیف (ابن الخطیب) الفرقان ، مطبعة دار الكتب المصرية ، القاہرہ ، ۱۳۶۷ ھ - ۱۹۳۸ء ( حاشیہ ۶۰ اور ۸۰ پر بھی نظر ڈال لیجئے ) -
- ۱۸ - الفهرست : ابن النديم - الفهرست ، المطبعة الرحمانیہ بمصر ، القاہرہ ، ۱۳۳۸ ھ
- ۱۹ - القاضي : عبدالفتاح القاضي ، تاريخ المصحف الشريف ، مکتبہ ومطبعة المشهد الحسینی ، القاہرہ ، ب - ت (سنہ ندارد)
- ۲۰ - قلقشندي : ابوالعباس احمد بن علي القلقشندي - صبح الاعشى فی کتابة الانشاء - وزارة الثقافة والارشاد القومي - مصر ۱۹۶۳ء
- ۲۱ - الکردی : محمد طاهر بن عبد القادر الکردی الخطاط - تاريخ القرآن - غرائب رسمه وحكمه - مصطفى البابی - القاہرہ ، ۱۳۷۲ ھ - ۱۹۵۳ء .
- ۲۲ - ليبب : دکتور ليبب السعيد - الجمع الصوتی الاول للقرآن ، دار المعارف القاہرہ ، ب ت .
- ۲۳ - ليبب مصحف : حکومت ليبب کا شائع کردہ ،، مصحف الجماہیریہ ،، طرابلس ، ۱۹۸۶ء .
- ۲۴ - مجلة : مجلة كلية القرآن الكريم والدراسات الاسلامية - بالجامعة الاسلامية ، (المدينة المنورة) العدد الاول ، ۱۳۰۲ ھ
- ۲۵ - المصاحف : ابن ابی داؤد السجستانی - کتاب المصاحف - المطبعة الرحمانیہ بمصر ، ۱۳۵۵ ھ
- ۱۹۳۶ء

- ۲۶ - مصری مصحف : حکومت مصر کا شائع کردہ .. مصحف الملک ، القاہرہ ، ۱۳۴۰ھ
- ۲۷ - مقدمہ : علامہ عبدالرحمن ابن خلدون - مقدمہ کتاب العبر ، دار الكتاب اللبنانی ، بیروت ، ۱۹۶۱ء
- ۲۸ - المنجد : دکتور صلاح الدین المنجد ، دراسات فی تاریخ الخط العربی ، منذ بدايته الى نهاية العصر الاموی - دار الكتاب الجديد - بیروت ، ۱۹۶۲ء
- ۲۹ - المورد : وزارة الثقافة والاعلام - عراق کے سرکاری مجلہ المورد کا عدد خاص - العدد الرابع ، ۱۳۰۷ - ۱۹۸۶ء [ المورد کے ۱۹۸۱ء کے ایک عدد سے بھی کچھ استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کا ذکر وہیں کر دیا گیا ہے ] -
- ۳۰ - المیسر : عبدالجلیل عیسی - المصحف المیسر - دار القلم ، القاہرہ ، ۱۳۸۲ھ
- ۳۱ - نامی : خلیل یحیی نامی کا مقالہ .. اصل الخط العربی و تاریخ تطوره الى ما قبل الاسلام .. جو مجلہ کلیہ الآداب - الجامعہ المصریہ کے شمارہ مئی ۱۹۳۵ میں شائع ہوا تھا -
- ۳۲ - نخبة : عبد الفتاح الخليفة - نخبة الاملاء - مطبعة المعاهد بمصر ، القاہرہ ، ۱۳۳۵ھ - ۱۹۲۶ء
- ۳۳ - نقشبندی : اسامہ ناصر النقشبندی کا مقالہ .. مبدأ ظهور الحروف العربیة و تطورها لغاية القرن الاول الهجری .. جو عراق کے مجلہ المورد - العدد الرابع ۱۳۰۷ھ میں شائع ہوا ہے -
- ۳۵ - نامہ آستان : نامہ آستان قدس ، مشهد - ایران ، شمارہ ۱ و ۲ دورہ نہم (محرم صفر ۱۳۹۱ھ)
- ۳۶ - یوسف علی : دیکھنے انگریزی میں Yusuf Ali

### ENGLISH REFERENCES

1. Abbot, Nabia : The Rise of the North Arabic Script and its Karanic Development.  
Chicago, 1939
2. DENFFER, Ahmad Von : An Introduction to the Sciences of the Quran  
Islamic Foundation, Leicester (U.K), 1973.
3. Yusuf Ali, Allam .A : The Holy Quran , Translation & Commentry,  
Islamic Centre, Washington D. C (N.D.)